رجسٹرڈ نمبر ۲۱۱ اے

رادھا سوامی سہائے

ست سنگت

بچوں کا ماہوار

مہرشی شیوبرت لال صاحب ورمن ایم۔ اے

کے تخیلات، مقولات۔ ارشادات اور فیوضات انھیں کی آسان اور عام فہم زبان میں

ایڈیٹر۔ منیجر۔ پرنٹر۔ پبلشر

موتی لال مختار

ست سنگت پبلشنگ ہاؤس گورکھپور

سالانہ ہدیہ للعہ، کلدار ممالک غیر سے ۳ روپے۔ ہر نمبر کی قیمت ۸ر یا زیادہ

باہتمام حافظ محمد سلیم صاحب سلیمی برقی پریس یحییٰ پور

الہ آباد میں چھپا

ست سنگت کے اُصول اور مقاصد

(۱) روحانیت پسند اصحاب کے درمیان تصوف اور حقانیت کے خیالات کی بلا تمیز قومیت و ملت واشاعت۔

(۲) پنتھ مسلک اور طریقت کے مذہب اور مبہم مسائل کی آسان اور عام فہم عبارت میں صراحت۔

(۳) مرنجان مرنج کے اُصول کی سختی کے ساتھ پابندی عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔

(۴) اعتراضی اور مذہبی حملوں کا جواب دیتے ہوئے۔ اخلاق بزرگی انصاف اور اعتدال کا لحاظ رہے گا۔ چھوٹائی بڑائی یا اونچے نیچے دکھانے کا خیال بالکل کالعدم رہے گا۔

(۵) اپنی طرف سے کسی پر حملہ نہ کیا جائے اور مذہب کے روشن پہلو پر روشنی ڈالنا تاریک پہلو اوروں کے حوالے کرنا۔

(۶) نامہ نگاروں کی رائے کی ذمہ داری ایڈیٹر کی ذات سے منسوب نہ ہوگی اور نہ ایسی بات ست سنگت میں درج کیجائیگی جو اُصول کیخلاف ہو۔

(۷) جملہ خط وکتابت وترسیل زر بنام۔

موتی لال ایڈیٹر "ست سنگت"

ست سنگت پبلشنگ ہاؤس

گورکھپور

ارشادات

(حصہ اوّل)

از

مہرشی شیو برت لال صاحب ورمن ایم اے

مرتبہ

موتی لال مختار

دفتر "سنت سنگت" گورکھپور

قیمت فیجلد عہ

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۱	چند معروضائیں	۱۱	۱۱	رام چندر جی اور کوشلیا جی	۳۳
۲	سال نو مبارک	۱۷	۱۲	کرشن جی اور جسودا جی	۳۴
۳	مژدہ	۱۸	۱۳	گُربا مائی	۳۵
۴	پرارتھنا	۱۹	۱۴	مورتی پوجا	۳۷
	پہلا اجلاس پرارتھنا		۱۵	مورتی پوجا پر باریک نظر	۳۸
			۱۶	مورتی پوجا کی لطیف صورت	۳۸
۵	دروپدی کی پرارتھنا	۲۳	۱۷	گرواگور کی اہمیت	۳۹
۶	ہمایوں کی دعا بوقت پیدائش اکبر	۲۶	۱۸	گیانی اور بھگت کی نیشٹھا	۴۰
۷	بابر کی دعا بوقت علالت ہمایوں	۲۷	۱۹	گیانی اور بھگت کا بیوہار	۴۱
۸	ایک امریکن بچے کی پرارتھنا	۲۹		**تیسرا اجلاس وشواس**	
۹	پرارتھنا کا بنیادی اصول	۳۱			
	دوسرا اجلاس نیشٹھا		۲۰	وشواسم پھل دایکم	۴۲
			۲۱	پرہلاد بھگت	۴۳
۱۰	مختلف نیشٹھاؤں کی صورت	۳۲			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۲	بھگتنی میرا بائی	۴۴
۲۳	پدم نابھ جی	۴۶
۲۴	مہاراجہ رنجیت سنگھ	۴۷
۲۵	وشواس اثبات پسندی ہے	۴۸
۲۶	برہمہ چاری کا وشواس	۴۹
	چوتھا اجلاس تسلیم و رضا	
۲۷	تسلیم و رضا	۵۱
۲۸	حضرت ابو سلیمان کا مقولہ	۵۲
۲۹	ابراہیم ادہم اور غلام	۵۳
۳۰	شیخ سعدی شیرازی	۵۴
۳۱	حضرت ابراہیم ادہم اور فقیر	۵۵
۳۲	مقولہ حضرت ابراہیم	۵۶
۳۳	وسشٹ اور وشوامتر	۵۷
۳۴	فقیر کی مثالیہ زندگی	۵۸
	پانچواں اجلاس ایشور کی دیا	
۳۵	ایشور کی دیا	۶۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۶	مثالیہ واقعات	۶۱
۳۷	بھگت پرہلاد	۶۱
۳۸	بھگتنی میرا بائی	۶۲
۳۹	اکبر پر فضل ایزدی	۶۳
۴۰	تلسی داس جی کا بچپن	۶۴
۴۱	پانڈو پر مظالم	۶۵
۴۲	کرشن اور ارجن	۶۶
	چھٹواں اجلاس قوت ارادی	
۴۳	قوت ارادی کی اہمیت	۶۸
۴۴	ہاشمی رشی	۶۹
۴۵	رام مورتی	۷۰
۴۶	مہرشی والمیک جی	۷۰
۴۷	تلسی داس جی	۷۱
۴۸	کالیداس اور ودیا دھری	۷۲
۴۹	نادر شاہ	۷۴
۵۰	جاپانی مصنف	۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	ساتواں اجلاس سچی دولتمندی	
۵۱	سچی دولتمندی کی علامت	۷۶
۵۲	بیخواہشی اور سیر دلی	۷۷
۵۳	سکندر اعظم اور فقیر	۷۸
۵۴	بھوشن کوی	۸۰
۵۵	سوامی رام تیرتھ جی	۸۱
۵۶	منشی کالی پرشاد کُل بھاسکر	۸۲
۵۷	مہاراجہ چندو لال	۸۳
۵۸	بھاما شاہ	۸۵
۵۹	پنڈت ٹھاکر دت صاحب شرما	۸۶
	آٹھواں اجلاس سچی قربانی	
۶۰	سچی قربانی کی برکت	۸۸
۶۱	مہاراجہ اشوک راجکما اور راجکماری	۸۸
۶۲	گوتم بدھ	۹۱
۶۳	ڈاکٹر واٹن صاحب	۹۲
۶۴	دھنی دھرم داس	۹۴
۶۵	امن دیوی	۹۴
۶۶	جاپانی نوجوان کی مثال	۹۵
۶۷	ایک لڑکے کی قربانی	۹۶
	نواں اجلاس سیوا	
۶۸	سیوا کی تشریح	۹۷
۶۹	کالی کملی والے بابا	۹۸
۷۰	حضرت ابراہیم ادہم	۹۹
۷۱	پنجابی بھائیوں کی سیوا	۱۰۰
۷۲	سکھوں کی سیوا	۱۰۱
۷۳	کرشن بھگوان	۱۰۲
۷۴	سیوا کی ترویج	۱۰۲
۷۵	بدھ بھکشو	۱۰۳
۷۶	بدھ بھکشو کی سیوا کا نتیجہ	۱۰۳
	دسواں اجلاس پر نگیا پالن	
۷۷	پپیہا کی مثال	۱۰۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۸	مہاراجہ ہریشچندر	۱۱۰		بارہواں جلاس انصاف	
۷۹	بھیشم پتامہ	۱۱۲			
۸۰	مہاراجہ یدھشٹر	۱۱۳	۹۳	انصاف کی نظر	۱۲۷
۸۱	مہارانا پرتاپ	۱۱۴	۹۴	مہاراجہ اشوک اور ششوپال	۱۲۸
۸۲	راجہ بل	۱۱۵	۹۵	نوشیرواں اور بڑھیا	۱۳۱
۸۳	مہاراجہ دشرتھ	۱۱۶	۹۶	مہاراجہ وکرماتیہ	۱۳۲
	گیارہواں جلاس۔ عملی زندگی		۹۷	چینی بادشاہ	۱۳۳
			۹۸	جسٹبس گیس کاین	۱۳۴
۸۴	عملی زندگی کا اثر	۱۱۷	۹۹	انصاف کی نظیر	۱۳۵
۸۵	سوامی رام کرشن پرم ہنس	۱۱۸	۱۰۰	بے نظیر انصاف	۱۳۶
۸۶	مہاراجہ اشوک کا تبدیل مذہب	۱۱۹		تیرھواں جلاس۔ پابندی اوقات	
۸۷	راجہ اور پنڈت	۱۲۰			
۸۸	بدھ بھگوان کا اپدیش	۱۲۲	۱۰۱	اصولی بحث	۱۳۷
۸۹	والدین کی نصیحت	۱۲۳	۱۰۲	بالمیک شوپچ	۱۳۸
۹۰	پرمارتھی زندگی	۱۲۴	۱۰۳	شیوری بھیلنی	۱۴۰
۹۱	عملی زندگی کی طاقت	۱۲۵	۱۰۴	ریداس جی	۱۴۲
۹۲	عامل اور عملی زندگی	۱۲۶	۱۰۵	سدن قصائی	۱۴۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۶	وید بیاس جی	۱۴۴
۱۰۷	نابھاجی صاحب	۱۴۵
	چودھواں جلاس قسمت	
۱۰۸	قسمت کے کھیل	۱۴۷
۱۰۹	قسمت کے نظارے	۱۴۸
۱۱۰	قسمت کا منظر	۱۴۸
۱۱۱	امریکن بدھ بھکشو	۱۵۰
۱۱۲	قطب الدین ایبک	۱۵۱
۱۱۳	مہرالنسا خانم (نورجہاں)	۱۵۲
۱۱۴	شاہ جہاں	۱۵۳
	پندرھواں جلاس مصروفیت	
۱۱۵	گورو کا اپدیش	۱۵۵
۱۱۶	مصروفیت کی برکت	۱۵۵
۱۱۷	کاہلی اور سستی کی قدرتی سزا	۱۵۶
۱۱۸	مصروفیت کی خوشی	۱۵۶
۱۱۹	پاک دلی	۱۵۸
۱۲۰	یکرخی اور یکسوئی	۱۵۸
۱۲۱	مصروفیت کی عظمت	۱۵۹
۱۲۲	مصروفیت ہی زندگی ہے	۱۶۰
۱۲۳	قدرتی کاربار میں مصروفیت کا منظر	۱۶۰
۱۲۴	مصروفیت خوشی بخشتی ہے	۱۶۱
	سولھواں جلاس عہد بیانی نماشد	
۱۲۵	ہونہار اٹل ہے	۱۶۲
۱۲۶	ہریشچندر کی حالت زار	۱۶۲
۱۲۷	رامائن پر سرسری نظر	۱۶۳
۱۲۸	پانڈوؤں کی اولاد کا خون	۱۶۴
۱۲۹	دریودھن کی بیکسی	۱۶۵
۱۳۰	پریکشت کی موت	۱۶۶
۱۳۱	ستی جی کی زندگی پر سرسری نظر	۱۶۸
۱۳۲	رام چندر لکشمن اور سیتا جی	۱۶۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	سترھواں اجلاس تیاگ	
۱۳۳	کرشن اور درباسا رشی	۱۷۱
۱۳۴	رشی پتر اور راجہ جنک	۱۷۴
۱۳۵	لکشمی کی نصیحت	۱۷۵
۱۳۶	راجہ اجودھیا کے گورو جی	۱۷۷
۱۳۷	بھرت جی کی مثالی زندگی	۱۷۹
۱۳۸	ابراہیم ادھم اور فقیر	۱۸۰
۱۳۹	" " اور کثیر نذر	۱۸۱
	اٹھارھواں اجلاس سنسکار	
۱۴۰	مختصر تشریح	۱۸۲
۱۴۱	وراثت سے حاصل شدہ سنسکار	۱۸۳
۱۴۲	ہنومان جی	۱۸۴
۱۴۳	شیر کا بچہ اور میمنہ	۱۸۵
۱۴۴	راجپوت اور بھالا	۱۸۶
۱۴۵	نام کرن سنسکار	۱۸۷
۱۴۶	قومیت کا سنسکار	۱۸۸
	انیسواں اجلاس صحبت کا اثر	
۱۴۷	صحبت کا نتیجہ	۱۸۹
۱۴۸	لوہا اور پارس	۱۸۹
۱۴۹	نیک صحبت کا ثمرہ	۱۹۰
۱۵۰	ندی نالے اور گنگا	۱۹۱
۱۵۱	والمیک جی کی تبدیل زندگی	۱۹۱
۱۵۲	نارد رشی	۱۹۲
۱۵۳	سوانتی بوند کے مختلف اثرات	۱۹۳
۱۵۴	بھیشم پتامہ کا اپدیش	۱۹۴
۱۵۵	صحبت کی برکت	۱۹۵
۱۵۶	شیخ سعدی کی نصیحت	۱۹۶
۱۵۷	پھول اور تیل	۱۹۶
	۲۰ بیسواں اجلاس پریم	
۱۵۸	اصولی بحث	۱۹۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۹	پریم ایک معمہ ہے	۱۹۸
۱۶۰	بُدّر بھگت کی استری اور کرشن	۱۹۹
۱۶۱	رام چندر جی اور شیری	۲۰۰
۱۶۲	ایک گڈریہ کی دُعا	۲۰۱
۱۶۳	نام دیو اور دھنّا جاٹ	۲۰۲
۱۶۴	لیلیٰ اور مجنوں	۲۰۳
۱۶۵	میرا اپنا واقعہ	۲۰۳
۱۶۶	پریم ایشور ہے اور ایشور ہی پریم ہے ...	۲۰۵
۱۶۷	اشتہارات	۲۰۶

...۰۰۰...

"ست سنگت کے متعلق"

چند معزز رائیں

(۱) پرم سنت سردار ساون سنگھ صاحب مہاراج آچاریہ

رادھا سوامی ست سنگت ڈیرہ بابا جیمل سنگھ

متصل بیاس ضلع امرتسر

"مہرشی شیو برت لال جی کا رسالہ "ست سنگت" میرے زیر مطالعہ عرصہ سے رہا ہے۔ مہرشی جی کی تصنیفات سے اُردو خواں پبلک ناواقف نہیں ہے۔ موجودہ رسالہ بھی ہر لحاظ سے مہرشی جی کی بہترین تصنیف تصوّر ہونا چاہئے۔ یہ رسالہ مانند آپ کی دیگر کتابوں کے روحانیت پسند طبقہ کے لئے از حد مُفید ثابت ہو رہا ہے۔ مہرشی جی نے روحانیت کے دقیق سے دقیق رموز کو عام فہم اُردو میں واضح کر کے تعلیم یافتہ لوگوں میں بڑی روشنی پھیلائی ہے اور بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کو جو ایشور کی ہستی سے مُنکر تھے مہرشی جی کی تعلیم نے آستک اور پریمی بنا دیا ہے۔ رسالہ کے مضامین بچوں، عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں طور پر اخلاقی تعلیم سے

بھرپور ہیں میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ رسالہ مدت مدید تک جاری رہ کر پبلک کی خدمت کرتا رہے گا۔"

....

عالیجناب مسٹر بھگت رام صاحب شرما سابق ڈائرکٹر سر رشتہ تعلیم پٹیالہ

"میں عرصہ ستائیس ۲۷ سال سے مہرشی شیوبرت لال صاحب مہاراج کی تصانیف کا دلی ذوق و شوق سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ اور اس ذوق و شوق میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا ہے۔ مہرشی جی کا طرز بیان ایسا سادہ نرالا اور پُر تاثیر ہے کہ مضمون دل میں گھبتا چلا جاتا ہے اور کتاب یا رسالہ ہاتھ میں لے کر بلا ختم کئے ہوئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ادق سے ادق مضمون کو ایسا عام فہم اور رسیلا بنا دیا جاتا ہے کہ رمز و نکتہ کی باتیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں اور آنند کی مستی طاری ہو جاتی ہے مہرشی جی نے اپنی تصانیف اور تالیفات سے نوع انسان کی بڑی بھاری خدمت سر انجام دی ہے جس کا اعتراف ہر کسی کو کرنا پڑتا ہے۔

رسالہ "ست سنگت" کا روز اجرا سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ جو اُصول و مقاصد اس رسالہ کے اجرا میں مدنظر رکھے گئے ہیں اُن کو پورے طور سے نبھایا جا رہا ہے۔ روحانی نکات ایسے

سرل اور آسان بنا کر دکھائے جا رہے ہیں کہ "سہج یوگ" درحقیقت سہج یوگ معلوم ہونے لگتا ہے علم سینہ کا باتوں باتوں میں انوبھو کرایا جاتا ہے اور مختلف مسائل حقیقت کے اختلافات کو دور کر کے اُن کی اہم آہنگی اور یکرنگی اس طرح ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ اصلی معرفت کی سمجھ آنے لگ جاتی ہے"

....

شریمان مہاتما گلاب چند صاحب آنند ایڈیٹر و مالک اخبار آوازہ خلق بنارس و سنچالک شری جینز ائن ست سنگ منڈلی بنارس

"رسالہ ست سنگت" جو زیر ادارت بابو موتی لال صاحب مختار رادھا سوامی دھام ضلع مرزاپور سے ہر ماہ باقاعدہ شائع ہوتا ہے بخیال چھپائی کاغذ و ضخامت ایک سستا پرچہ ہے جو ہندوستان کے مشہور و معروف جرنلسٹ مصنف اور مؤلف مہرشی شیو برت لال صاحب ایم اے کے تخیلات اور ارشادات سے مالا مال ہوتا ہے۔ زبان صاف ستھری اور عام فہم ہوتی ہے۔ علاوہ نصیحت آمیز چٹکلوں کے مضمون عموماً فلسفانہ اور روحانیت کے ہوتے ہیں ہم دعویٰ سے کہ سکتے ہیں کہ اردو کے رسالہ جات میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتا"

شمالی ہند کا کثیر الاشاعت اخبار "تیج" روزانہ دہلی لکھتا ہے

"ست سنگت کتابی سائز کا مذہبی رسالہ ہے۔ رادھا سوامی دھام ضلع مرزا پور سے شایع ہوتا ہے۔ مسٹر موتی لال مختار اس کے ایڈیٹر ہیں سالانہ چندہ ۱۲/۱ اور قیمت فی پرچہ ۸ / ہے۔
اس رسالہ میں عام طور پر شریمان شیوبرت لال جی کے خیالات اور ارشادات ہوتے ہیں شریمان جی کے نام سے پبلک اچھی طرح واقف ہے آپ ایک نہایت کامیاب مصنف ہیں۔ آپ کی تحریریں بہت سادی آسان اور مؤثر ہوتی ہیں مذہبی دنیا کا آپ کو وسیع تجربہ حاصل ہے آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مذہبی مسایل کو بہت عام فہم طریقہ پر بیان کرتے ہیں کسی کو آپ کے مذہبی خیالات سے عقیدت ہو یا نہ ہو یہ دوسری بات ہے مگر آپ کی علمی قابلیت اور واقفیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے رسالہ ست سنگت کے مضامین دلچسپ ہوتے ہیں اور اُن میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس سے کسی کی دلازاری ہو۔ آپ نے مذہبی مسایل پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جو مندرجہ بالا پتہ سے مل سکتی ہیں۔"

جناب ڈاکٹر رام سرن داس صاحب ڈی ۔ ایس ۔ سی لکچرار یونیورسٹی الٰہ آباد

"میں جنوری ۳۵ء سے "ست سنگت" کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے اس خیال کے اظہار کرنے میں نہایت خوشی اور مسرت محسوس ہوتی ہے کہ رسالہ مذکورہ واقعی نہایت دلچسپ اور مُفید ہے اس میں مہرشی شیوبرت لال صاحب کی تقریر جو مذہبی مضامین پر ہوتی ہے شایع ہوتی رہتی ہے رسالہ ہذا کے مضامین اہم اور مشکل ہوتے ہیں مگر طرز بیان اور زبان اس قدر آسان اور عام فہم ہے کہ مضامین پڑھنے والے کے ذہن میں بآسانی ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ طرز تحریر نہایت دِل کش اور دلچسپ ہے۔

یہ رسالہ مقبول عام ہے اور مذہبی دل و دماغ کے انسان کے لئے نہایت دلاویز اور دلچسپ ہے اس میں منافقانہ مضامین زیر بحث نہیں لائے جاتے اور نہ کسی مذہب پر حملہ یا نکتہ چینی کی جاتی ہے۔"

..........ہ..........

عالیجناب رام رتن صاحب کھنّا ایم ۔ ایس ۔ سی رجسٹرار لکھنؤ یونیورسٹی

جناب ایڈیٹر صاحب!

خط نمبری ۳۵۰۱ مورخہ ۹ر دسمبر ۳۵ء کے لئے شکریہ ۔ ست سنگت کے رسالے جو آپ نے بھیجے ہیں وہ نہایت قیمتی ہیں ۔ اُن کے لئے آپ کا از حد ممنون ہوں ۔ رسالہ ہذا کے تعلیمی اُصول عالمگیر ہیں جس کی تلقین سبھی مذاہب کرتے ہیں اس کے عجیب و غریب مضامین ایک پاک مُقدّس اور صاف باطن بزرگ ہستی کے دماغ سے نکلنے کی وجہ سے اصلیت حقیقت عقاید اور خدا پرستی کے بنیادی اُصول پر خاص روشنی ڈالتے ہیں ۔

مالک اس رسالہ کو کامیابی بخشے!

سلسلہ کے لئے صفحہ ۲۱ ملاحظہ ہو ۔

سال نو مبارک

ست سنگت کا دور بابتہ ۳۵ء ختم ہوا۔ اس نمبر کے ساتھ ست سنگت کا نیا سال شروع ہو رہا ہے۔ یہ نوروز اور سال نو ہمارے اور ہمارے قدردان اصحاب کے لئے باعث برکت اور مبارک ثابت ہو!

اس نمبر میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حضور مہرشی جی مہاراج کے سلیس اور عام فہم ارشادات یکجا کر کے کتابی شکل میں پیش کریں جو اصحاب بغور مطالعہ فرمائیں گے وہ ان ارشادات کو غایت دلچسپ سبق آموز اور پرنصیحت پائیں گے۔ فلسفہ کی جوادق باتیں طوالت کے ساتھ سمجھانے پر بھی ذہن نشین نہیں ہوتیں وہ چھوٹے چھوٹے نکات کی مدد سے دل پر نقش کالحجر ہو جاتی ہیں اور انسان کوشش کرنے پر بھی انھیں بھلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اگر اس سلسلہ کو ہمارے قدردانوں نے پسند کیا تو ہم اس کی دوسری جلد بھی بہت جلد شایع کر کے نذر ناظرین کریں گے مگر یہ نسبتاً مشکل ہو گی۔ یہ بات آپ صاحبان کی قدردانی

اور حوصلہ افزائی پر منحصر ہے۔
اس وقت اس سے زیادہ سمع خراشی منظور نہیں ہے
ایڈیٹر

....

ست سنگت ۳۴ء کے فائل اپریل تا دسمبر دفتر ہذا میں اب تک موجود ہیں۔ جو بشمول محصول ڈاک صرف مبلغ للعہ میں دیئے جا سکتے ہیں اسی طرح ۳۵ء کے مکمل بارہ مہینوں کے نمبران بھی اب تک دستیاب ہو سکتے ہیں ان بارہ نمبران کی مجموعی قیمت محصول ڈاک کے ساتھ پانچ روپیہ ہو گی۔

مگر جو اصحاب دونوں سال کے فائل ایک ساتھ طلب فرمائیں گے انھیں اپریل ۳۴ء تا دسمبر ۳۵ء کے نمبران بشمول محصول ڈاک صرف آٹھ ہی روپیہ میں دیئے جائیں گے۔

....

(منیجر ست سنگت)

رادھاسوامی سہائے

ست سنگت

جنوری ۱۹۳۶ء

جلد ۲۱ نمبر ۱

پرارتھنا

میں پتت ٹھرا تبھی تو بھی پتت پاون بنا
ڈوبا بھو ساگر میں میں تب تو ترن تارن بنا
جو نہ ہوتا جگ میں راون کیسے آتے رام چند
کنس نے پرگٹ کیا متھرا میں کرشن آنند کند

جو سکھی ہیں اُن کو تیرے نام کی چاہت نہیں
جو بھلے ہیں اُن کو تیرے کام کی چاہت نہیں
پاپ جب میں نے کیا تب تو ہوا پرگٹ یہاں
میں نہ کرتا پاپ تجھ کو جانتا کوئی کہاں!
پاپیوں کے تارنے والے! ہمارا دھیان کر
کرتے ہیں سب ہم سے گھرنا ہم کو پاپی جان کر
اچھے لوگو! بھاگتے ہو کیوں ہمارے نام سے؟
کیسے کترا کر چلے ہو تم ہمارے کام سے؟
گیان کا اگیانیوں کو ہی سدا ادھکار ہے
پاپیوں ہی کے لئے جگ سنت کا اوتار ہے
سُکھ کے سر پتھر پڑیں سُکھ نے بھلایا نام کو
دُکھ کی بلہاری ہے دُکھ ہی نے جپایا نام کو
میرے داتا! دین اور دُکھیوں کی تجھ کو لاج ہے
دین بندھو! دین ہت کرنا ہی تیرا کاج ہے
اپنی نندیا کیا کریں نندیا کے کب ہم پاتر ہیں
سچے ادھکاری دیا کے جگ کے پاپی ماتر ہیں
پاپی ہی درشن دلاتے ہیں تیرا سنسار کو
پاپ کر کے وہ سُوجھا دیتے ہیں بھگتی سار کو

دو ندیں ہم کو پھنسایا اور پاپی کر دیا
من کا برتن باسناؤں سے ہمارے بھر دیا
سارے پاپی تر گئے آئی ہے اب باری مری
دیکھتا ہوں راہ بیا کلتا سے آنے کی تری
تر گئے گنگا اجامل مکت شبری بھیلنی
تر گئے سینا سدن تک اور شوپچ چنڈال بھی
میری باری پر بتا اب دیر کیوں کرنے لگا؟
اس ادھم کو تار دے یہ دُکھ سے اب مرنے لگا؟
اے پتت پاون! پتت کی اور درشٹی ہو تری
اے ترن تارن! نہیں ہوتی ہے کیوں چنتا مری؟
رادھا سوامی! اب دیا سے میرا بیڑا پار کر
دُکھ سہا کرتا ہوں نس دن آکے تو اُدھار کر

ایک معزز رائے
جناب ڈاکٹر بھگن لال صاحب آترے ایم۔ اے۔ ڈی لٹ پروفیسر
فلاسفی و سایکالوجی ہندو یونیورسٹی بنارس

میں مہرشی شیوبرت لال صاحب ایم اے کی تحریرات کو اپنی طالب علمی کے زمانہ سے مطالعہ کر رہا ہوں جسے عرصہ ۲۵ سال کا ہوا ہوگا ان

تحریرات کے مطالعہ کا میری زندگی پر خاص اثر پڑا اور میں زندگی کے اصلی مقاصد کے سمجھنے میں کامیاب ہو سکا۔ مہرشی جی صاحب موصوف مذہبی فلسفہ کے بالعموم اور ہندو فلسفہ اور ہندو مذہب کے بالخصوص عالیدماغ اور زبردست ماہر ہیں۔ آپ کی تصانیف اسقدر زیادہ ہیں کہ اُن سے ایک خاصی لائبریری مرتب کیجا سکتی ہے ۱۹۲۲ء سے مجھے آپ کی صحبت اور نیاز کا خاص فخر حاصل ہے روحانیت آپکی ذات میں خاص طور پر ودیعت کی ہوئی ہے آپ کے روزانہ ست سنگ کے بچن (کلام یا لکچر) روحانی مضامین سے مالا مال اور اس قدر زور دار ہوتے ہیں کہ دل فوراً متاثر ہو ہو جاتا ہے۔ مشکل سے مشکل مضامین کو آسان سے آسان پیرایہ میں ذہن نشین کرا دینا آپکا خاص حصہ ہے آپکے ست سنگ میں خاص روحانی لطف اور سرور حاصل ہوتا ہے ست سنگ کے بچن "ست سنگت" نامی رسالہ میں نظم وغیرہ سے مرصع ہو کر باقاعدہ شایع ہوتے رہتے ہیں۔ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر میرے محترم دوست بابو موتی لال صاحب مختار ہیں اس رسالہ کا مطالعہ گھر بیٹھے ست سنگ کا لطف اور فیض بخشتا ہے۔ مہرشی جی مہاراج! اپنے لٹریچر کے ذریعہ سے عرصہ ۱۲ سال سے اس امر کی تعلیم دے رہے ہیں کہ دایمی سرور دایمی راحت اور دایمی خوشی کس طرح حاصل کیجا سکتی ہے مگر جو لوگ ست سنگ میں حاضر ہو کر اُنکی صحبت کا لطف حاصل نہیں کر سکتے لیکن انھیں اس قسم کے مضامین سے خاص دلچسپی ہے اُن سے میں شفارس کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو ضرور بالضرور مطالعہ کریں اردو زبان میں یہ رسالہ نہایت قیمتی اور لاثانی ہے میں الشور سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ وہ اس کے دائرہ اشاعت کو روز افزوں ترقی بخشے۔

ارشادات

پہلا اجلاس

پرارتھنا

(۱)

ارشاد ہوا جو شے مالک کے تختگاہ کو بھی ہلا دیتی ہے وہ سچے دل کی پرارتھنا ہے اگر مضبوط قوت ارادی کے ساتھ دل کا سچا جذبہ پرارتھنا میں شامل ہو تو کیسے ممکن ہے کہ اُس کا اثر نہ ہو! ہاں! دل کی یکسوئی یکرنگی اور صرف زبردست قوت ارادی کی ضرورت ہے۔ سچے دل سے پرارتھنا نکلی اور مالک کے دربار سے منظوری دوڑتی ہوئی چلی آتی ہے۔ یہ قدرتی قانون اور قدرتی اصول ہے۔

ہستناپور میں کوروؤں کا دربار لگا ہوا ہے۔ بڑے بڑے گیانی دھیانی دھرماتما اور شوربیر بیٹھے ہوئے ہیں۔

بد اندیش دریودھن کے حکم سے دوشاسن عصمت مآب دروپدی کی ساری کھینچکر بھری محفل میں اُسے برہنہ کیا چاہتا ہے۔ ایک طرف پیل تن دوشاسن ہے اور دوسری طرف کمزور اور نازک بدن دروپدی ہے اُس کے دل پر کیا گذر رہی ہے اسے تو وہی سمجھے جو پہلو میں دل رکھتا ہو اور ساتھ ہی ساتھ انسانیت کا مادّہ قدرت نے اُسے بخش رکھا ہو۔ دوسرے بچارے کیا سمجھ سکتے ہیں۔ دیوی کی نظر سفید ریش دھرماتماؤں کی طرف گئی مگر وہ صُم بکمُ رہے اُس نے حسرت بھری نگاہ سے بھیشم پتامہ کی طرف دیکھ کر مدد کے لئے اپیل کی مگر وہ دریودھن کے محکوم تھے زبان تک کھولنے کی جُرات نہ ہوئی۔ ایسے بڑے دھرماتما کو بھی خاموش دیکھ کر دروپدی کانپ اُٹھی۔ نا اُمید ہو کر اُس نے پانڈوُں کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ یہ کیا کرتے! یہ تو جوئے میں دیوی کو پہلے ہی ہار بیٹھے تھے۔ آخر دنیاوی مدد سے نا اُمید ہو کر اُس نے سچے دل سے کرشن بھگوان کا دھیان کرکے پرارتھنا کی۔ "پربھو! اب سوائے تمہارے میری لجیا کا رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ میری شرم تمہارے ہاتھ ہے"۔ دل میں سچے جذبہ کے آتے ہی اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا

تار بندھ گیا۔ اُدھر ابر رحمت بھی جوش میں آیا۔ کسی نے سچ کہا ہے:-

"ابر رحمت کی ہے بارش خاصکر اُس کے لئے
آنکھ ہنگامِ دُعا جس کی دریا بار ہو"

جس پر خود کرشن بھگوان کی دیا ہو جائے اُسے کوئی کیا بے آبرو کرے گا۔ دوشاسن ساری کو کھینچتے کھینچتے عاجز آگیا اُس کے زبردست بازو شل ہو گئے مگر ساری تھی کہ ختم ہی ہونے پر نہیں آتی تھی۔ اس نظارہ کو ایک ہندی شاعر نہایت خوبصورتی سے بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:- [illegible]

"ساری بیچ ناری ہے کہ ناری بیچ ساری ہے
کہ ساری ہی کی ناری ہے کہ ناری ہی کی ساری ہے"

یعنی سمجھ میں نہیں آتا کہ ساری کے اندر عورت ہے یا عورت کے اندر سے ساری نکل رہی ہے یا عورت بالکل ساری ہی کی بنائی گئی ہے یا عورت ہی کی ساری ہے۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔

یہاں تک نوبت پہونچی مگر لوگوں کی آنکھ سے بھرم کا پردہ نہیں ہٹا۔ آخری ساری کے سلسلہ میں کرشن بھگوان کا پیتامبر نکلنا شروع ہوا۔ اب لوگوں کو یقین

ہو گیا کہ کرشن بھگوان کی خاص دیا اس دیوی پر ہے ساری چاہے زندگی بھر کھینچی جائے مگر وہ ختم ہونے پر نہ آئیگی۔
بات کیا تھی؟ سچا جذبہ! سچی پرارتھنا اور دل کا سچا بھاؤ!
آج کل کے تعلیم یافتہ لوگ ان باتوں پر یقین نہ لائیں گے مگر جو لوگ ٹیلی پیتھی کے علم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک کا خیال دوسرے کے دل پر کسی طرح اثر انداز ہوتا ہے اور قوت ارادی اور راسخ الاعتقادی کی مضبوطی غیر ممکن کو بھی ممکن کر دکھاتی ہے۔

بھگوان نے دروپدی کی پرارتھنا سُن لی۔ اس کی لجّیا رکھی اور روسیاہوں کو ندامت اور شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ سچ ہے۔

"راکھن ہار بھئے۔ مُجھ چار تو کا بگڑ۔ مُجھ دوسکے بگاڑے"

(۳)

ارشاد ہوا۔ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہم مالک سے پرارتھنا کرتے رہتے ہیں اور وہ مقبول نہیں ہوتی مگر یہ نہیں سوچتے کہ نقص یا خرابی کہاں اور کس جگہ ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر دل کا سچا جذبہ شامل ہو تو ممکن نہیں کہ دعا کا اثر نہ ہو۔ ضرورت صرف سچے جذبہ کی ہے۔

ہمایوں کے ادبار کے دن تھے۔ وہ چاروں طرف دشمنوں سے محصور تھا۔ حکمت عملی سے جان بچاکر مناسب موقع اور محل کے انتظار میں ادھر اُدھر مارا مارا پھر رہا تھا۔ امرکوٹ کے مقام میں اکبرؔ کی پیدائش ہوئی۔ لوگوں نے خوشخبری بادشاہ کے کانوں تک پہونچائی۔ وہ بہت خوش ہوا۔ مگر خوشی کے اظہار کا کوئی سامان اس بے سروسامانی کی حالت میں نہیں تھا۔ صرف ایک نافہ مشک اُس کی جیب میں پڑا ہوا تھا۔ اُس نے اُسے نکال کر لوگوں میں تقسیم کیا اور خدا کی درگاہ میں دُعا کی:- "اے خداوند عالم جس طرح اس مُشک کی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی ہے اسی طرح اکبر کی شہرت سارے عالم میں پھیلے!"

دُعا سچے دل سے نکلی تھی۔ مقبول ہوئی۔ اور مسلمان بادشاہوں میں اکبر جیسا مشہور اور نیک بادشاہ دہلی کے تخت پر اب تک نہیں گذرا۔ اُس کا شمار دُنیا کے مشہور بادشاہوں کی فہرست میں کیا جاتا ہے۔

(۲۷)

ارشاد ہوا۔ دوسرا تواریخی واقع سنو:-

ہمایوں بابر بادشاہ دہلی کا لڑکا تھا وہ سخت بیمار پڑا اور ایسا بستر دوست ہوا کہ زندگی کی اُمید ایک دم منقطع ہو گئی۔ شاہی حکما اور اطبا نا اُمید ہو گئے۔ بابر کے خرمن اُمید پر بجلی گرتی ہوئی نظر آئی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے دنیا ماتمکدہ اور تیرہ وتار نظر آنے لگی۔ اُس نے ہمایوں کے پلنگ کے گرد چند بار طواف کر کے نہایت صدق دلی سے دعا مانگی کہ اے پاک پروردگار! تو رحیم اور کریم ہے مجھے صرف تیرے رحم اور کرم کا بھروسہ ہے۔ تو اپنی نگاہ مہر آلود سے میرے تاج و تخت کے وارث کو شفا بخش اور اُس کے عوض میری زندگی قبول کر! مورخ بیان کرتے ہیں کہ واقعی ایسا ہی ہوا۔ اُسی وقت سے ہمایوں لحظہ بہ لحظہ اور روز بروز صحتیاب ہوتا گیا اور بابر کی تندرستی خراب ہوتی گئی آخر ایک روز اُس کا طایر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

یہ فرضی روایات نہیں ہیں بلکہ صحیح۔ سچے اور تواریخی واقعات ہیں جن کا جی چاہے تواریخ کے صفحات کی ورق گردانی کر کے اپنا اطمینان کر لیں۔

.........٭.........

(۴)

ارشاد ہوا امریکہ میں ایک ہونہار لڑکا تھا۔ باپ بچپن ہی میں راہئ ملک عدم ہوچکا تھا غریب ماں کسی طرح اُس کی پرورش پرداخت کرتی تھی۔ جب لڑکا تعلیم کے قابل ہوا اُسے پاس کے ایک مدرسہ میں داخل کرایا گیا۔ فیس معاف تھی مگر کم سے کم کتاب وغیرہ خریدنا تو ضروری ہی تھا علاوہ ازیں صاف ستھرے کپڑے نہ پہننے سے اُس کے ہم جماعت لڑکے اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بچوں کا دل ملائم اور صاف شفاف ہوتا ہے اُس پر دوسروں کے خیالات کا عکس فوراً پڑجاتا ہے۔ یہ بھی لوگوں کے خیالات کو بھانپ کر ملول ہو گیا اور ماں سے اپنی حالت بیان کی۔ ماں سیدھی سادی نیک بخت عورت تھی اُس نے لڑکے کو پیار کر کے کہا۔

"بیٹے! تو میری حالت دیکھتا ہے تجھے جس چیز کی خواہش ہو اُسے اپنے آسمانی باپ سے طلب کر وہ تجھ پر رحم وکرم کرے گا اور تیری درخواست کو ضرور سُنے گا!"

بات کسی اور پیرایہ میں کہی گئی تھی مگر معصوم بچے نے اُسے

کچھ اور ہی سمجھ کر اپنی ماں سے پوچھا "اُس آسمانی باپ کا پتہ کیا ہے؟" بھولی بھالی ماں نے بچّے کے مُنہ کو بوسہ دیکر کہا "وہ بہشت میں رہتا ہے"۔ بات آئی اور گئی۔ لڑکے نے واقعی آسمانی باپ کو مخاطب کر کے خط لکھا اور اپنے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں مدد کے لئے درخواست کی۔ لفافہ پر "آسمانی باپ۔ مقام بہشت" لکھ کر لیٹر بکس میں خط ڈال دیا۔ مالک کی قدرت سے وہ لفافہ ایک امیر کبیر کے خط کے ساتھ چپک گیا کیونکہ اس میں گوند زیادہ تھی۔ امیر نے لفافہ چاک کیا۔ خط پڑھکر حیران ہوا مگر اُسے یقین ہو گیا کہ معصوم بچّے نے یہ خط نہایت راسخ الاعتقادی سے لکھا ہے۔ وہ دل ہی دل میں لڑکے کے جذبہ کی تعظیم کرنے لگا۔ شام کو سیر کے لئے گاڑی پر سوار ہو کر نکلا اور اُس غریب کے گھر پہونچا۔ لڑکا خط کے جواب کا برابر منتظر رہا کرتا تھا۔ دوڑا آیا۔ پوچھا "آپ کون ہیں"۔ امیر نے جواب دیا "تمھارے آسمانی باپ نے مجھے تمھاری مدد کے لئے بھیجا ہے"۔ اور لڑکے کو گود میں لے کر پیار کرنے لگا۔ اُس کی ماں بھی باہر نکل آئی۔ اس واقعہ کو حیرت کی نظر سے دیکھ کر سربسجود ہوئی اور شکر بجا لائی۔ امیر کے کوئی اولاد نہیں تھی

اُس نے اس ہونہار بچّے کو گود لے لیا اور اب اُس کی تعلیم و تربیت امیر کبیر کے لڑکوں کی طرح ہونے لگی اور وہ کثیر جائداد کا مالک ہو گیا۔ یہ فرضی نہیں بلکہ سچّا واقعہ ہے۔

لڑکے نے صدق دل سے پرارتھنا کی تھی اور اُس نے غیر ممکن کو ممکن کر دکھایا۔

(۵)

ارشاد ہوا حضور معلّیٰ و مقدس فرمایا کرتے تھے کہ "مانگو اور تمھیں دیا جائے گا۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ اور تمھارے لئے کھولا جائے گا" یہ کلام کس قدر زور دار اور یقین کو پختہ کرنے والا ہے۔ اگر سچے دل اور راسخ الاعتقادی کے ساتھ پرارتھنا کی جائے تو کیوں نہ قبول ہو گی! مگر مشکل تو یہ ہے کہ عقلی دنگل بازوں کو ایشور کی ہستی پر بھی پورا پورا یقین نہیں ہے وہ اسے ایک فرضی اور وہمی شے قرار دے بیٹھے ہیں۔ ایسی حالت میں سچّے دل سے زور دار پرارتھنا نکل کیسے سکتی ہے! اور جب یہ حالت ہے تو وہ با اثر کیسے ہو سکتی ہے! جو شخص ایشور کی ہستی کا قائل ہو گا اور اُسے حاضر و ناظر سمجھے گا کیا کبھی ممکن ہے کہ

اُس کی ذات سے کوئی مذموم حرکت یا گناہ سرزد ہو؟۔
نہیں ہرگز نہیں! ایسا ہو نہیں سکتا۔ مگر ہم کھُلی آنکھوں
دیکھتے ہیں کہ لوگ دینداری کی ڈینگ مارتے ہوئے
اپنی حرکات و سکنات سے اس بات کا ثبوت دے
رہے ہیں کہ اُن کے اقوال اور افعال کو ایشور سنتا اور
دیکھتا نہیں ہے۔ ایسی حالت میں سچّی پرارتھنا کا جذبہ
بھی دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے دوستو! سچّی
پرارتھنا کے لئے ایشور کی ہستی پر یقین کا ہونا نہایت
لازمی اور لابدی ہے۔ جب تک کسی ہستی کے معترف ہوگے
اپنی درخواست کس کے روبرو پیش کروگے!۔

دوسرا اجلاس

نِشٹھا

(۱)

ارشاد ہوا مالک سے ملنے کی خواہش جن لوگوں کے
دلوں میں ہوتی ہے اُن کے بھاو مختلف ہوتے ہیں۔
کوئی اُسے ایشور سمجھ کر پوجتا ہے۔ کوئی گناہوں سے

معاف کر دینے والا سمجھ کر اُس کی عبادت کا دم بھرتا ہے کوئی باپ بھائی سکھا پُتر کی نظر سے پرستش کرتا ہے۔
نابھاجی صاحب مصنف بھگت مال نے چوبیس نیشٹھائیں قائم کی ہیں مگر واقعی بات یہ ہے کہ نیشٹھاؤں کی شمار کرنا غیر ممکن ہے سچی بات تو یہ ہے کہ جتنے آدمی ہیں اُسی قدر نیشٹھائیں ہیں۔ ایسی حالت میں اس کی خاص تعداد کیسے مقرر کی جا سکتی ہے! جس بھاو سے ایشور کو کوئی یاد کرے گا اُسی بھاو سے اُسے درشن ملے گا۔ اُس کے نام اور وصف بھی بے شمار ہیں۔
رحیم۔ کریم۔ منصف۔ حاضر۔ ناظر۔ عالم الغیب۔ آفریدگار۔ کردگار۔ پروردگار۔ رازق خالق سب کے سب نام صرف ایک ایک صفت کی نظر سے ہیں ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ:۔

"بہر نامے کہ خوانی سر برآرد"

.......٭.........

(۲)

ارشاد ہوا جہاں بہت سی نیشٹھائیں ہیں وہاں ایک واتسلیہ نیشٹھا بھی ہے اس طریق کے لوگ ایشور کو بیٹے کی

طرح مانتے ہیں اُسے ویسے ہی پیار کرتے ہیں جیسے کوئی
شخص اپنی اولاد کو پیار کرتا ہے۔ یہ نیشٹھا عجیب و غریب
ہے جس کی سمجھ سچے ماں باپ ہی کو ہوتی ہے۔ کوشلیا جی۔
جسودا مائی اور نند بابا اسی زمرہ کے بھگت تھے۔

لنکا فتح کرنے کے بعد جب رام چندر جی اجودھیا
واپس آئے اور ان کی راج گدّی ہونے لگی کوشلیا جی
کو ان کا سنوہر روپ بہت ہی پیارا اور سوہانا معلوم
ہوا ڈریں کہ کہیں کسی کی نظر بد نہ لگ جائے اور لڑکا
بیمار ہو جائے۔ سیدھی سادی ماتاؤں کی طرح اُنھوں
نے رام اور سیتا کے ماتھے پر کاجل کا ٹیکا لگایا اور
خوش ہو گئیں کہ اب بچے اور بہو کو نظر بد نہ لگ سکیگی۔
اس پریم کو کوشلیا مائی ہی سمجھ سکتی ہیں۔

....

(۱۳)

ارشاد ہوا اسی طرح جسودا مائی کا پریم بھی واتسلیہ نیشٹھا کا
تھا۔ ایک بار کرشن جی دن دوپہر ماں کے پاس رونے
لگے "ماں! میں بہت بھوکا ہوں۔ دودھ پلا دے"
جسودا جی بولیں "بیٹے! صبر کر! شام ہونے دے

گائیں واپس آجائیں گی تب دودھ ملے گا۔"
کرشن جی مچل گئے۔ "شام کب ہو گی؟"
جسودا جی نے ہنسکر کہا۔ "جب دن ڈوب جاتا ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے۔"
کرشن جی نے ایک ہاتھ سے کٹورا پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے آنکھیں بند کر کے چلا اُٹھے "لے دن ڈوب گیا۔ اندھیرا ہو گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ دودھ جلدی لا۔"
جسودا جی پریم سے مست ہو گئیں گود میں بچہ کو لے لیا اور چھاتی مُنہ سے لگا دی "اگر شام ہو گئی تو دودھ بھی موجود ہے۔ پیٹ بھر دودھ پی لے۔"
جو لُطف اور آنند جسودا مائی نے حاصل کیا وہ گیانیوں کو شاید ہی نصیب ہوا ہو گا۔

....

(۴)

ارشاد ہوا۔ جگناتھ پوری میں اب تک کُرما مائی کی کھچڑی جاتریوں کو تقسیم ہوتی ہے تم جانتے ہو یہ کُرما مائی کون تھی؟ اگر نہیں جانتے تو آج مجھ سے سُن لو:۔ کُرما مائی اپنے

آپ کو کرشن جی کی ماں سمجھتی تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ چارپائی سے علی الصباح اُٹھتے ہی بلا مُنہ ہاتھ دھوئے کھچڑی پکاتیں اور خیالی طور پر کرشن بھگوان کو بھوگ لگا کر تب اور کام کاج کرتھیں۔

ایک بار مائی جی برادری کی دعوت میں گئی ہوئی تھیں۔ یگیہ کے کام کاج میں صبح ہوگئی آپ بولیں "ہائے! میرا پیارا بچہ بھوک سے پریشان ہوگا!" ساتھ کی عورتیں ان کی بات کو نہ سمجھ سکیں کیونکہ ان کے کوئی بال بچہ نہیں تھا۔ یہ دوڑتی ہوئی گھر آئیں۔ دیکھتی کیا ہیں کہ ایک سات سال کے سالونے سلونے لڑکے نے چولھا جلا کر اپنے ہاتھ سے کھچڑی تیار کی ہے اور تھالی میں ڈالکر شوق سے کھا رہا ہے۔ خوش ہوگئیں بولیں۔ "بیٹے! کیا کر رہا ہے؟" جواب ملا "کھچڑی کھا رہا ہوں۔ میں نے سوچا آج مائی کو کام کاج سے شاید فرصت نہ ملے اس لئے میں نے خود کھچڑی پکائی اور کھا رہا ہوں" دوڑیں اور لڑکے کو گود میں لے کر خوب پیار کرنے لگیں۔ اب مورتی کے عوض کرشن بھگوان آپ پرگٹ ہوکر کھچڑی کا بھوگ روز صبح لگایا کرتے تھے۔

گیانی ہزار سر ماریں گرما مائی کے پریم کو کیا سمجھ سکتے ہیں!

(۵)

ارشاد ہوا لوگ عقل کے زعم میں آکر مورتی پوجا کرنے والوں کو برا بھلا کہہ کر اُنھیں نظر حقارت سے دیکھتے ہیں مگر یہ بچارے مورتی پوجا کرنے والوں کے بھاؤ کو کیا سمجھ سکتے ہیں! اُن کا دل و دماغ کہاں سے لائیں! کوئی مورتی پوجا کرنے والا یہ نہیں کہتا "کہ اے مورتی! تو سونے چاندی تانبا یا پتھر سے بنائی گئی ہے تجھے نہایت لایق کاریگر نے اپنے ہاتھ سے بنایا اس لئے تجھے نمسکار ہے" وہ کہتا ہے "تو چیتن گھن سرو ویاپک انتریامی سب کا انتر آتما اور سچدانند پورن برہمہ ہے" ان الفاظ سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ وہ اس مورتی کے ذریعہ سب سے زبردست اور محیط کُل برہمہ کی پرستش کر رہا ہے جس کی نہ کوئی شکل ہے نہ صورت ہے اور ساری صورتیں اور شکلیں اسی معبود مطلق کی ہیں جب ساری چیزیں بھاؤ سے پرگٹ ہوتی ہیں تو مورتی میں بھاؤ رکھنے سے ایشور کا بھاؤ کیسے نہیں پرگٹ ہوگا!۔

.......*.......

(۶)

ارشاد ہوا کہ مورتی پوجا کرنے والا تو مورتی کا سچّا پوجاری ہی ہے مگر مورتی پوجا کی نندیا اور مذمّت کرنے والا اُس سے کہیں زبردست مورتی پوجک (بُت پرست) ہے اگر نہیں جانتے تو مجھ سے سُنو۔ جلال مورتی ہے جمال مورتی ہے۔ نور مورتی ہے۔ سایہ مورتی ہے وہم مورتی ہے خیال مورتی ہے اوم لفظی مورتی ہے۔ گورو مورتی ہے۔ ایشور مورتی ہے پرمیشور مورتی ہے۔ دُنیا میں جو کچھ دیکھتے ہو سب مورتی ہی تو ہے۔ الفاظ اور سطریں مورتی نہیں ہیں تو کیا ہیں! ذرا عقل کے ناخن لو۔ غور اور فکر سے کام لو تب یہ راز ذہن نشین ہو سکے گا۔ اس لئے کسی کے بھاؤ کی تحقیر تضحیک اور مذمت ہرگز نہ کرو۔

....

(۷)

ارشاد ہوا رحیم کریم۔ عادل مُنصف سب مورتی ہی تو ہیں۔ رحم کرم عدل و انصاف آخر بغیر مورتی کے رہیں گے کہاں! اُن کے لئے کہیں جگہ تو چاہیئے۔ مورتی ہونے میں شک نہیں چاہے وہ کثیف ہو یا لطیف خواہ الطف

مگر اس اُصول کو ماننے بغیر چارہ نہیں موُرتی پوجا سچے اور صحیح معنی ہیں قدرت کا محیطِ کُل اور زبردست اُصول ہے۔ مایا۔ برہمہ پر برہمہ مورتی ہی تو ہیں کثافت اور لطافت کا فرق ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ اگر یہ مورتی نہیں ہیں تو دھیان کیسے کیا جا سکے گا! اگر سگن مورتی ہے تو نرگن بھی مورتی ہے ساکار مورتی ہے تو نراکار کے مورتی ہونے میں شک کیسے ہو سکتا ہے! صرف عقلِ سلیم سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

. . . .

(۸)

ارشاد ہوا۔ ہندوؤں میں کاتک بدی چوتھ کے دن عورتیں دیوار پر پاروتی جی کی تصویر نقش و نگار سے بناتی ہیں اور نہایت عقیدت اور صدق دل کے ساتھ اُس کی پوجا بمنزلہ پاروتی دیوی کے کرتی ہیں دُعائیں مانگتی ہیں پرارتھنا کرتی ہیں منّت مانتی ہیں اور اُن کے دل کا سچّا بھاؤ ان کی خواہشات کو پوری کر دیتا ہے۔ یہ رسم ہندو گھروں میں اب تک جاری ہے۔ میں اُن کے دلی جذبات کی اور راسخ الاعتقادی کی سچے دل سے تعظیم کرتا ہوں۔ تلسی داس جی اس واقعہ کو یوں نظم

بند فرماتے ہیں:۔

اپنا اپن[1] لاے کرتریا[2] پوجیں بھیت[3]

سپھل ہوئے من کا منا تلسی پریم پرتیت

.......٭.......

(۹)

ارشاد ہوا۔ گیانی کی نشٹھا اور ہوتی اور بھگت کی نشٹھا اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے گیانی کا مقولہ ہے:۔

ان ہونی ہونی نہیں ہونی ہوے سو ہوئے

تلسی من میدان میں تان پچھورا[1] سوئے

یعنی جو بات نہیں ہونے والی ہے وہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو بات ہونے والی ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتی اس لئے آدمی کو بے فکری اور بے غمی کی زندگی بسر کرنی چاہئے۔

بھگت کا عقیدہ اس کے بالکل برعکس ہے اُس کی زبان پر یہ الفاظ رہتے ہیں:۔

ان ہونی پربھو کر سکے ہونی ہیکے نسائے ٭ ایسے سمرتھ پرش سے کاہو کی نہ بسائے

---

[1] چادر

نوٹ (۱= پانی کے ساتھ پسا ہوا چاول) (۲= عورتیں) (۳= دیوار) (۴= دور کرنا)

یعنی اگر مالک چاہے تو ان ہونی بات بھی ہو سکتی ہے۔ دُنیا جسے غیر ممکن سمجھتی ہے اُسے وہ ایک اشارہ سے ممکن کر سکتا ہے۔ اگر اُس کی دیا ہو جائے تو نوشتہ قسمت کے پلٹنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی اس کے لئے کوئی بھی بات غیر ممکن اور دشوار نہیں ہے۔

ان دونوں دوہوں کے معنی اور مطالب پر اگر غور کیا جائے تو دونوں نشٹھاؤں کی سمجھ بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے۔

....

(۱۰)

ارشاد ہوا۔ ایک بھگت اور گیانی ساتھ ساتھ جا رہے تھے سامنے سے ایک مست ہاتھی چنگھاڑتا ہوا آ رہا تھا فیل بان لوگوں کو راستہ سے ہٹ جانے کے لئے آواز دے رہا تھا۔ گیانی نے کہا "اگر ایشور کو منظور ہے کہ ہمارا بال بیکا نہ ہو تو وہ آپ حفاظت کرے گا ہم کیوں بھاگیں؟" بھگت نے زبان کھولی "بھائی! جس کام کو ہم خود کر سکتے ہیں اس کے لئے ایشور کو کیوں تکلیف دی جائے" اس سے بھی دونوں کی نیشٹھا کا پتہ

صاف صاف لگ جاتا ہے۔

........٭........

تیسرا اجلاس

وشواس

(۱)

ارشاد ہوا۔ "وشواسم پھل دایکم" بہت مشہور ضرب المثل ہے۔ جیسے ہی یہ مشہور ہے ویسے ہی قدرت کا زبردست اصول بھی ہے۔ اگر سچا اور پورا پورا وشواس دل میں پیدا ہو جائے پھر انسان کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ وہ غیر ممکن کو ممکن کر دکھانے پر قادر ہو سکتا ہے۔ سچے وشواس کی مہما کون بیان کر سکتا ہے! اگر برہما بھی لکھنا چاہیں تو نہیں لکھ سکتے۔

قلم قاصر نویسندہ ہے لاچار
زمین کا تخت چھوٹا شرح بسیار

........٭........

(۲)

ارشاد ہوا۔ ہرن کشیپ رام نام کا دشمن اور پورا ناستک تھا۔ برخلاف اس کے بھگت پرہلاد رام نام کے عاشق اور جان نثار تھے۔ باپ کی سخت تنبیہ اور ممانعت کے باوجود بھی یہ رام نام کے سمرن اور جاپ سے غافل نہیں تھے۔ باپ نے تنگ آکر پاٹھ شالہ میں بھیجا اور گوروجی کو ہدایت کی کہ پرہلاد کی تربیت اُس کے باپ کی مرضی کے مطابق کی جائے۔ موقع پاکر بھگت پرہلاد نے لڑکوں کو رام نام کے سمرن اور جاپ کی تعلیم دی گوروجی پتہ لگنے پر سخت ناخوش ہوئے یہ باپ کے مورد عتاب ہوئے مگر ان کا وشواس اٹل اور پختہ تھا کہ ایشور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس سے خالی ذرہ بھی نہیں ہے۔ آگ میں ڈالے گئے تاکہ اُن کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اُن کے وشواس نے اس آگ کو بھی پانی کی طرح سرد اور طراوت بخش کر دیا۔ دھکا دیکر پہاڑ سے نیچے گرائے گئے اور ہنستے ہوئے زمین پر آ پڑے۔ باپ نے پوچھا پہاڑ سے گرتے وقت تو ہنستا کیوں تھا؟ جواب دیا میں نے بر ہنہ آنکھوں سے دیکھا کہ میرا ایشور اپنے دونوں

ہاتھ پھیلائے ہوئے مجھے گود میں لینے کے لئے منتظر کھڑا ہے۔ اس سے زیادہ خوشی کا اور کون سا وقت آتا۔" مگر نادان باپ نے اُنھیں مخبوط الحواس سمجھا۔ پوچھنے پر یہ برابر ہی کہتے رہے کہ مجھے رام کا جلوہ ذرّہ ذرّہ میں نظر آرہا ہے۔ باپ نے غصّہ سے پوچھا۔ "کیا اس ستون میں بھی رام موجود ہے؟" ان کا جواب پہلے سے موجود تھا۔ جب کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے تو ستون میں کیوں نہ ہوگا؟ ہرن کشیپ اپنے غیظ و غضب کو ضبط نہ کرسکا۔ ستون سے لڑکے کو باندھ دیا اور شمشیر براں لیکر کہنے لگا۔ "رام کو دکھلا ورنہ ابھی تیرا سر تن سے جدا کردوں گا۔" اس جملہ کا ختم ہونا تھا کہ ستون پھٹ گیا اور اُس کے اندر سے نرسنگھ بھگوان کا ظہور ہوا جس نے اپنے دست مبارک سے ہرن کشیپ کا خاتمہ کر کے بھگت پر ہلاد کی رکشا کی۔ یہ وشواس کا پھل تھا۔

. . . .

(۳)

ارشاد ہوا۔ میرا بائی بھگتنی کا نام جب تک دنیا قائم ہے بھگتوں کے زمرہ میں چاند اور سورج کی طرح

روشن رہے گا۔ شاید ہی کوئی ہندو بچہ ہوگا جو اس دیوی کے مقدس حالات سے ناواقف ہوگا۔ اُن کی شادی اُودے پورے راجکمار بھوج راج سے ہوئی تھی۔ یہ رید اس جی کی چیلی ہوگئی تھیں شاہی خاندان کو یہ بات کب پسند آنے لگی! جب سمجھانا بوجھانا سب بے سود ثابت ہوا تب چند ناعاقبت اندیشوں کی رائے سے اُنھیں زہر کا پیالہ دیا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ یہ بھگوان کا چرنامرت ہے یہ چرنامرت کے نام سے اُسے ہنستی ہنستی پی گئیں اور زہر قاتل بھی بیکار ثابت ہوا کیونکہ دل میں پختہ وشواس تھا کہ جسے سچے دل سے چرن امرت سمجھا جا رہا ہے وہ زہر کا خواص کیوں رکھے گا۔ اسی طرح ایک بار ان کے دیور مہارانا وکرماجیت سنگھ نے چھوٹی سی پٹاری میں سانپ بند کرکے اُن کے پاس بھجوا دیا اور کہلا دیا کہ اس میں پھولوں کی مالا بھگوان کے پہنانے کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ پٹاری کھولنے پر بجائے سانپ کے واقعی خوشبودار پھولوں کی مالا ہی نکلی۔ لوگوں کو ان کی بھگتی بھاؤ پر یقین تو آگیا مگر نالائقوں نے ستانا نہ چھوڑا جس کا نتیجہ اُس خاندان کے لئے بُرا ہی ثابت ہوا۔

(۴)

ارشاد ہوا۔ پدم نابھ جی کبیر صاحب کے چیلے اور نام کے بڑے زبردست معتقد تھے آپ گنگا اسنان کرنے گئے تھے دیکھا کہ ایک جذامی آدمی جس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے تکلیف سے تنگ آکر خودکشی کرنے پر آمادہ تھا۔ آپ نے اُسے اس حرکت سے باز رکھکر کہا "صرف تین مرتبہ رام نام لو تمھارا سارا مرض جاتا رہے گا۔" اُس نے ایسا ہی کیا اور وہ تندرست ہو گیا۔ یہ پدم نابھ جی کے وشواس کا کرشمہ تھا۔

رفتہ رفتہ یہ خبر کبیر صاحب کے کان تک پہونچی آپ نے اظہار ناراضگی کے ساتھ پدم نابھ سے کہا "افسوس! بیٹے! تجھے رام نام پر اب تک پورا وشواس نہیں ہوا۔ تین بار نام لینے کی ضرورت کیا تھی! ایک بار نام لینے سے جنم جنمانتر کے پاپ دور ہو جاتے ہیں۔ آئندہ سے اپنے وشواس کو اور مضبوط کرو!"

اسی کا نام ہے اعتقاد اور وشواس!

.........*.........

(۵)

ارشاد ہوا پنجاب کے مہاراجہ رنجیت سنگھ جب کابل پر چڑھائی کرتے وقت دریائے اٹک کے پاس پہونچے دریا طغیانی پر تھا۔ فوج ڈر گئی انھیں معہ فوج کے دریا پار جانا ضروری تھا۔ صلاح اور مشورہ ہونے لگا۔ ایسے زور شور کے ساتھ سیلاب میں کسی کو دریا عبور کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی آخر مہاراجہ صاحب نے فرمایا

"ساری بھومی گوپال کی یا میں اٹک کہاں
جا کے من میں اٹک ہے سوئی اٹک رہا"

دریا میں گھوڑا ڈال دیا۔ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ دریا میں گھوڑے ڈال دیئے وہ سب کے سب صحیح وسلامت دریا کے پار پہونچ گئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا وشواس انھیں بخریت پار پہونچانے میں کامیاب ہوا اور اُن کے طفیل اُن کے ساتھی بھی بخیر و خوبی دریا پار ہو گئے مگر جن کے دلوں میں وسوسات شبہات اور پس و پیش نے جگہ کر لی تھی اُنھیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ چند نے بادل ناخواستہ مہاراجہ کی تقلید تو کی مگر اُن کے جیسا سچّا وشواس کہاں سے لاتے! وہ

دریا برد ہو گئے اور بقیہ سکے رہے سہے حوصلے پست ہو گئے صرف تھوڑی ہی فوج سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کابل پر فتح پائی اور ہری سنگھ نلوہ کو وہاں گورنر مقرر کیا۔

....

(۶)

ارشاد ہوا۔ جو لوگ مالک پر سچا وشواس رکھ کر کسی کام کو ہاتھ لگاتے ہیں وہ اُس میں پوری پوری کامیابی حاصل کر لیتے ہیں مگر جن کا اعتقاد مضبوط نہیں ہے جن میں وشواس کی کمی ہے اُن کا دل کام شروع کرنے کے پہلے ہی ناکامی کو محسوس کرنے لگ جاتے ہیں کیونکہ اگر مگر اور پس و پیش کی عادت اُنھیں تباہ اور برباد کر دیتی ہے۔ جن لوگوں کی زندگیاں کامیاب نظر آتی ہیں اُن میں وشواس بھرپور ہے۔ اُن کے خیال میں نام کے لئے بھی لغزش اور کمزوری نہیں ہے پھر کامیابی اُن کا قدم کیوں نہ چومے گی۔!

اس لئے دوستو! مالک پر وشواس کرنے کی عادت اپنے آپ میں پیدا کر کے اپنی زندگی کو اثبات پسند بناؤ۔ اثبات پسندی کامیابی اور نفی پسندی ناکامیابی ہے۔

ان باتوں پر خوب غور کر لو پھر زندگی کے پلٹنے میں ذرا بھی دیر نہ لگے گی۔

...........:..........

(۷)

ارشاد ہوا۔ آبادی سے دور جنگل میں ایک سادھو رہتا تھا اور وہیں رہ کر عبادت میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ رونے کی آواز سُنکر دریا کے کنارے پہونچا جو اُس کی کُٹی کے پاس ہی تھا دیکھا کہ ایک عورت تڑپ رہی ہے اور اُس کا پنج سالہ لڑکا اُس کی چھاتی سے چمٹا ہوا ہے۔ سادھو کو دیکھ کر اُس نے پرنام کیا اور بولی "مہاراج! میں چند منٹ کی مہمان ہوں۔ مجھے سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ یہ آپ کے سپرد ہے" اتنا کہا اور بیہوش ہوگئی سادھو نے بہت کوشش کی مگر زہر کافی طور پر اثر کرچکا تھا وہ جانبر نہ ہو سکی۔ سادھو نے اس کی نعش کو دریا کے سپرد کیا اور بچّہ کو کُٹی میں لایا اور اُس کی پرورش کرنے لگا۔ بچّہ کی دنیا جنگل تک محدود تھی۔ وہ سادھو کو ماں باپ کی طرح سمجھتا تھا۔ اُس نے اسے پڑھانا لکھانا

شروع کیا۔ کبھی کبھی آبادی میں سا تھ لو اکر بھکشا مانگنے بھی جاتا تھا۔ ایک بار سادھو بھوڑے کی وجہ سے بھکشا کے لئے نہ جا سکا۔ لڑکا تنہا آبادی میں گیا۔ ایک نوخیز لڑکی جس کی عمر پندرہ سولہ سال رہی ہوگی بھکشا دینے آئی۔ نوخیز اور نوجوان لڑکی اُس نے پہلے ہی دفعہ دیکھی تھی اُس نے حیرت میں آکر اُس کے سینہ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "یہ آماس کیسا ہے؟" لڑکی شرما کر گھر میں واپس چلی گئی اور ماں سے بولی۔ "برہمچاری بھکشا نہیں لیتا" وہ خود دروازہ پر آئی اور بولی۔ "بیٹا! تم بھکشا کیوں نہیں لیتے؟" برہمچاری نے جواب دیا "میں نے بھکشا لینے سے انکار تو نہیں کیا۔ مائی سے ایک سوال پوچھا تھا وہ بلا جواب دیئے اندر چلی گئی"۔ عورت نے دوبارہ دریافت کیا۔ برہمچاری نے اپنا سوال صاف لفظوں میں پیش کیا۔ عورت عقلمند تھی سمجھ گئی یہ لڑکا معصوم ہے بولی "بیٹے! اس لڑکی سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کی پرورش کے لئے مالک نے اس میں دودھ پیدا کر رکھا ہے"۔ برہمچاری کا چہرہ نورانیت سے چمک اُٹھا "مائی! اب میں بھکشا نہ لوں گا۔ جو بچہ ابھی پیدا نہیں ہوا اس کیلئے جب ایشور نے

پہلے سے دودھ پیدا کر رکھا ہے تو کیا میری غذا اُس نے پیدا نہ کی ہو گی۔ مائی! تجھے نمسکار ہے۔ اب میں جاتا ہوں"۔ عورت حیران رہ گئی۔ کٹی میں پہونچکر اُس نے سارا ماجرا سادھو سے کہہ سُنایا۔ وہ اُس کے وشواس کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ اس روز دونوں نے کند مول کھا کر آرام کیا۔

دوسرے ہی روز برہمہ چاری کا واقعہ آس پاس کے گاؤں میں مشہور ہو گیا۔ گاؤں کے مکھیا اور سربرآوردہ لوگوں نے از خود غلہ وغیرہ وہاں بھجوا دینے کا انتظام کر دیا اور برابر ان بھگتوں کے نگران رہے۔

یہ وشواس کی لاجواب مثال ہے۔

....

چوتھا اجلاس

تسلیم و رضا

(۱)

ارشاد ہوا۔ اپنے سب کاموں کو مالک کی مرضی پر چھوڑ دینا

اور اُس کی مرضی میں خوش رہنا تسلیم و رضا کا طریق کہلاتا ہے۔ جو لوگ اس طریق کے پیرو کار ہیں وہ تکالیف اور مصائب تک کی شکایت نہیں کرتے وہ تکالیف اور مصائب کو بھی مالک کا بھیجا ہوا سمجھتے ہیں اور اُن کے خیال کے مطابق وہ باعث برکت ثابت ہوتے ہیں مالک جس حال میں رکھے اُس میں خوش رہنا اس طریق کا بنیادی اُصول ہے۔

....

(۲)

ارشاد ہوا حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ "خدا تعالیٰ سے بہشت کی خواہش نہ رکھے اور دوزخ کے عذاب سے پناہ نہ مانگے۔ یہ تسلیم و رضا ہے۔" یہ چند الفاظ کس قدر قابل غور و فکر ہیں جو شخص واقعی طور پر اپنے آپ کو مالک کی مرضی کے حوالہ کر دے گا وہ بہشت کی خواہش ہی کیوں کرے گا اور دوزخ کے عذاب سے اُسے خوف ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے! وہ اپنے زبردست اُصول کے موافق ہر حال میں صابر اور شاکر رہے گا۔

(۳)

ارشاد ہوا ابراہیم ادہم نے ایک غلام خریدا۔ وہ ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ ایک روز آپ نے اُس سے پوچھا "تیرا نام کیا ہے؟" اُس نے جواب دیا "جس نام سے آپ یاد فرمائیں۔" آپ ایک دم سکتہ میں آگئے پھر دریافت کیا "تو کیا پہنے گا؟" جواب ملا "جو آپ اپنی خوشی سے پہنائے وہی میری پوشش ہے۔" انھوں نے گہری نظر سے دیکھ کر استفسار کیا "تو کیا کھائے گا؟" جواب پہلے ہی سے موجود تھا "جو آپ اپنی مرضی سے کھلائیں۔" اِن کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اُنھوں نے نعرہ مارا "جس طرح تو تسلیم رضا کا پیرو ہے کاش میری بھی یہی کیفیت ہوتی اور میں خدا کے ہر کام پر صابر اور شاکر رہتا" دیر تک استغراق کی حالت میں رہے اور غلام کو نہایت خاطر مدارات سے رخصت کر دیا۔

یہ تسلیم و رضا کی مثال ہے۔

.........پ.........

(۴)

ارشا ہوا حضرت سعدی شیرازی سخت گرمی کے دنوں میں پا پیادہ سفر کر رہے تھے اتفاق سے راستہ کے دونوں طرف سایہ دار درخت بھی نہیں تھے میل دو میل کی دُوری پر کہیں کوئی درخت کھجور کا نظر آجاتا تھا جس کے سایہ سے کسی کو فیض بھی نہیں پہونچ سکتا۔ آپ عالم اور شاعر ہونے کے علاوہ زبردست صوفی بھی تھے۔ اپنے خیال میں مست چلے جاتے تھے ایک شخص گھوڑے پر سوار آپ کے پاس سے گذرا۔ اُسے کیا پتہ تھا کہ یہ کون ہیں اُس نے از راہ رحمدلی آپ سے پوچھا "تم کون ہو جو اس بے سروسامانی کے ساتھ سفر کر رہے ہو؟" آپ بولے "مجھے لوگ سعدی کہتے ہیں" اُس نے حیرت میں آکر کہا "کیا سعدی شیرازی آپ ہی ہیں؟" آپ نے سر ہلایا۔ اُس نے زبان کھولی "افسوس! آپ کی شخصیت اس قدر مشہور ہو رہی ہے اور آپ کے پاؤں میں جوتہ تک نہیں ہے" آپ ہنسے "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے" وہ متعجب ہوا "آپ کیا فرماتے ہیں؟" یہ ایک جذامی کی طرف اشارہ

کرکے بولے۔ "شکر اس لئے ہے کہ خدا نے مجھے صحیح الجسم تو بنایا ہے اگر اس بندہ خدا کی طرح میرے پاؤں بھی مجروح ہوتے تو کیا کرتا! اس لئے میں خدا کا شکریہ صدق دل سے ادا کرتا ہوں" وہ آپ کی بزرگی کا قائیل ہو گیا۔ آپ کی زندگی تسلیم و رضا کی زندگی تھی۔

....

(۵)

ارشا ہوا۔ حضرت ابراہیم مکہ شریف کی زیارت کے لئے جا رہے تھے دیکھا کہ ایک فقیر راستہ کے کنارے بیٹھا ہوا ہے اس کے پاؤں میں گہرا زخم ہو گیا ہے۔ کیڑے اس کثرت سے پڑ گئے تھے کہ وہ زخم سے باہر ہو کر گر پڑتے تھے اور یہ انہیں اٹھا اٹھا کر زخم میں رکھتا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم متعجب ہو کر پوچھنے لگے "آپ ان کیڑوں کو کیوں نہیں گر جانے دیتے؟ انہیں آپ زخم میں کیوں ڈالتے جاتے ہیں؟" اس نے سر اٹھا کر کہا۔ "بابا جب ان کی غذا خدا نے میرے جسم میں پیدا کی ہے تو یہ اپنی غذا سے منہ موڑ کر بھاگے کیوں جاتے ہیں۔ میں تو انہیں ان کی غذا کے ساتھ رکھتا ہوا تا کہ

بیچاروں کو تکلیف نہ محسوس ہو" حضرت ابراہیم نعرہ مار کر گر پڑے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ فقیر نے پوچھا۔ "تو کون ہے؟" یہ بولے "میں گنہگار ہوں کہ دوزخ بھی مجھے قبول کرنے سے منکر ہے۔ اس سے زیادہ کہنے سننے کی جرأت نہیں۔ فقیر نے انھیں گلے سے لگا لیا اور کہا "ابراہیم! جیسا تجھے سنا تھا ویسا ہی پایا۔ میں اسے بھی خدا کی مہربانی سمجھتا ہوں" ابراہیم نے سر بسجود ہو کر دعا مانگی "یا خدا مجھے بھی ایسی ہی تسلیم و رضا کی زندگی عطا کر"

........:.......

(۶)

ارشاد ہوا۔ حضرت ابراہیم ادہم کا مقولہ ہے کہ قبل از وقت روزی نہ طلب کرنا۔ کسی تکلیف کے متعلق قسمت کا گلہ نہ رونا۔ صرف حق و حلال کی کمائی سے شکم پری کرنا۔ اپنی تکلیف کے دفعیہ کے لئے بھی دعا نہ کرنا تسلیم و رضا کا طریق ہے۔

........❊........

(۷)

ارشاد ہوا۔ وشوامتر اور وسشٹ جی کا مشہور قصّہ ہے۔ وشوامتر جی اپنے آپ کو برہمہ رشی کہلانا چاہتے اور وسشٹ جی انہیں راج رشی کے نام سے مخاطب کرتے رہے۔ وشوامتر نہایت غصّہ ور اور انتقام کش تھے۔ اُنھوں نے وسشٹ جی کے سو لڑکوں کو یکے بعد دیگرے ہلاک کر ڈالا۔ وسشٹ جی بھی شراپ دینا چاہتے تو دے سکتے تھے مگر وہ مالک کی مرضی ایسی ہی سمجھ کر خاموش رہے اور کبھی کوئی شکایت نہیں کی اور نہ اُن کے دل میں کبھی انتقام کشی کا خیال ہی آیا۔

(۸)

ارشاد ہوا کسی جنگل میں ایک فقیر رہتا تھا۔ اُس نے دو آدمیوں کو دیکھا جو گھوڑوں پر سوار تھے اور جنگل میں گھوم رہے تھے۔ شیر کے دھاڑنے کی آواز سُنکر دفعتاً گھوڑے چونکے اور دونوں ہی زمین پر آ رہے۔ ایک کا ہاتھ بیکام ہو گیا دوسرے کی آنکھ میں لکڑی گھس گئی اور بینائی سے محروم ہو گیا۔ ہمدردی کے زیر اثر فقیر انھیں جھونپڑے

میں اُٹھا لایا۔ زخموں کو پانی سے دھو کر پٹی باندھ دی۔ دونوں تکلیف سے کراہنے لگے۔ فقیر بولا "بیٹا! قسمت کی شکایت نہ کرو۔ مالک جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے" آخری جملہ اُس کا تکیہ کلام تھا مگر ان دونوں کو سخت ناگوار گذرا یہ سوچنے لگے کہ ہم لوگوں پر تو ایسی مُصیبت آئی اور یہ اپنی راگ الگ الاپ رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ اُس کے شکر گذار ہوتے دونوں نے موقع کے ساتھ اُسے سزا دینے کا ارادہ کیا۔ دوسرے روز وہاں سے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ کچھ روز بعد فقیر سے انتقام کشی کے خیال سے یہ دونوں جنگل میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ فقیر اسی طرف دوڑا ہوا چلا جا رہا تھا درخت کی شاخ سے سر ٹکرایا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ بکثرت خون جاری ہو گیا۔ مگر اس کی زبان پر وہی الفاظ تھے۔ "مالک جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے" کچھ روز بعد وہ صحتیاب ہو گیا۔ رات کے وقت ان دونوں ناسپاسوں کو جنگلی قوموں نے کالی دیوی کو بلدان چڑھانے کے لئے گرفتار کر لیا مندر میں لے گئے۔ بلو جانے کے وقت اُن پر نظر پڑی دیکھا دونوں انگ ہین (غیر صحیح الجسم) پائے گئے اُنھوں نے اُنھیں آزاد کر دیا۔ یہ ہانپتے کانپتے اُسی جنگل سے ہو کر نکلے۔ فقیر ملا۔

اُنھوں نے اپنی مُصیبت کی داستان سُنائی اور اپنی سابقہ بُری نیت سے اُسے واقف کیا۔ فقیر ہنسا۔ "مالک جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ اگر تم لوگوں کے جسم میں نقص نہ ہوتا تو وحشی قوم ضرور تمھاری قربانی کر دیتی اور تم زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ جس روز تم لوگ انتقام کشی کے لئے آئے تھے میرے سر میں سخت چوٹ لگی تھی اگر چوٹ نہ لگتی تو تم لوگ اپنی نادانی سے مجھے قتل کر کے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر لادتے۔ تم خود سوچو کہ مالک نے جو کچھ کیا اچھا کیا یا بُرا کیا؟"

یہ فقیر کے پاؤں پر گر کر معذرت کرنے لگے اور اُس نے اُن کے سروں پر ہاتھ پھیر کر دُعا دی۔ یہ فقیر تسلیم و رضا کی زندہ مثال تھا۔

اس راز سے واقف ہونے کی وجہ سے فقرا بغرضانہ کام تو کرتے ہیں مگر نتیجہ کو مالک کی موج کے حوالہ کرتے ہیں اُن کا اعتقاد ہے کہ وہ جو کچھ کرے گا اچھا ہی کرے گا۔ پھر فکر اور تردد سے دماغ کو پراگندہ کیوں کیا جائے!

....

پانچواں اجلاس

ایشور کی دیا

(۱)

ارشاد ہوا۔ پرم سنت کبیر صاحب فرماتے ہیں :-

"جا کو راکھے سائیاں مار نہ سکّے کوئے
بال نہ بانکا کر سکے جو جگ بیری ہوئے"

یعنی جس کا نگہبان اور محافظ مالک خود ہے اگر ساری دنیا اُس کی دشمنی پر آمادہ ہو جائے تب بھی نقصان پہنچانا تو درکنار اُس کا ایک بال بھی ٹیڑھا نہیں ہو سکتا اور ہو کیسے سکتا ہے!

"دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر است"

کہنے سننے کے لئے بات معمولی ہے مگر سارے علوم فنون فلسفہ اور معرفت کی روح رواں ہے۔ جسے اس بات پر پختہ یقین ہو جاتا ہے وہ دنیا سے بے خوف اور بیخطر رہتا ہے۔

(۲)

ارشاد ہوا۔ اس کے متعلق بے شمار مثالیں دیجا سکتی ہیں مگر مضمون کو طول طویل کرنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا جو مختررس ہیں اُن کے لئے پہلا ہی ارشاد ضرورت سے زیادہ کافی اور وافی ہے اور جو ادھر توجہ ہی نہیں دینا چاہتے اُن کے لئے ضخیم ضخیم کتابیں بھی بے سود اور بے بہبود ثابت ہوتی ہیں ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ مثالیہ واقعات کے پیش کرنے سے رگ خیال کو خاص تقویت نصیب ہوتی ہے اور بات بھی بخوبی ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ اس لئے چند مثالیں بھی اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں۔

....

(۳)

ارشاد ہوا۔ پرہلاد بھگت مالک کا پیارا تھا۔ اُس کا باپ ایشور کی ہستی سے مُنکر تھا اور جو ایشور کا نام لیتا تھا اس کا تو جانی دشمن تھا۔ بھگت پرہلاد پر کیا کیا مظالم نہیں کئے گئے۔ پہاڑ کی بلند چوٹی سے سنگسار کئے گئے مگر تاہم کو بھی چوٹ نہ آئی دریا میں غرق کرنے کی بارہا کوشش کی گئی مگر یہ سطح آب پر اس طرح کھیلتے

ہوئے نظر آتے تھے جیسے لڑکا گہوارہ میں خوشی سے کھیلتا رہتا ہے۔ موذیوں کی تجویز سے آگ میں جلا کر جان لینے کی کوشش کی گئی مگر وہ آگ جو اوروں کی نظر میں شعلہ فشاں تھی بھگت پرہلاد کے لئے پھولوں کے ملائم بستر سے مشابہ تھی۔ بات کیا تھی؟ بھگت پرہلاد مالک کا پیارا تھا اور اس پر اُس کی اپار دیا تھی پھر دنیا کی کونسی طاقت اُسے ضرر پہونچانے کا حوصلہ کر سکتی تھی!

....

(۴)

ارشاد ہوا۔ بھگت شرومنی میرا بائی جی کا نام کون نہیں جانتا۔ ریداس جی کی چیلی ہو جانے کی وجہ سے اس دیوی پر جو مظالم ہوئے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ دھوکا دیکر کھانے میں بارہا زہر دیا گیا۔ چرن امرت کے بہانے زہر ہلاہل پینے کے لئے پیش کیا گیا جسے دیوی نے شوق سے نوش بھی کیا پھولوں کی پٹاری میں زہریلا سانپ بند کر کے محض اس وجہ سے بھیجا گیا کہ وہ اس پاک ہستی کا خاتمہ کر دے مگر ان سب کا نتیجہ بھی دُنیا

کی زبردست طاقت کے ہاتھ میں تھا اور وہی طاقت
دیوی کی محافظ تھی۔ ایسی حالت میں نقصان پہونچنے کا
امکان کیسے ہو سکتا تھا!

..........:..........

(۵)

ارشاد ہوا۔ ہمایوں کے ادبار کے زمانہ میں اُس کا
بھائی بھی اس کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔ خوب خوب
لڑائیاں اور معرکہ آرائیاں ہوئیں اکبر جو کم سن بچّہ
تھا چچا کے قبضہ میں تھا ناعاقبت اندیش سنگدل چچا
نے اکبر کا گہوارہ قلعہ پر اس جگہ لٹکوا دیا تھا جہاں
بے شمار گولہ باری ہو رہی تھی مگر خدائے ذوالجلال
جس کے ایک "کُنْ فَیَکُوْنُ" کے کلمہ سے خلقت ظہور میں آئی
اس آئندہ بادشاہ اکبر کا محافظ تھا پھر کسے طاقت تھی
کہ اُسے نقصان پہونچانے کی جرأت کرتا۔ کاش کوئی
گولہ لگا بھی ہوتا تو فضل ایزدی شامل حال ہونے
کی وجہ سے وہ پُھول کا گیند ہی محسوس ہوتا۔ قانون
قدرت قادر مطلق کے ماتحت ہے اور جب اس کا فضل
و رحم شامل حال ہو تو پھر خوف کس کا اور کیوں ہوا!

ہوئے نظر آتے تھے جیسے لڑکا گہوارہ میں خوشی سے کھیلتا رہتا ہے۔ موذیوں کی تجویز سے آگ میں جلا کر جان لینے کی کوشش کی گئی مگر وہ آگ جو اوروں کی نظر میں شعلہ فشاں تھی بھگت پرہلاد کے لئے پھولوں کے ملائم بستر سے مشابہ تھی۔ بات کیا تھی؟ بھگت پرہلاد مالک کا پیارا تھا اور اس پر اُس کی اپار دیا تھی پھر دنیا کی کونسی طاقت اُسے ضرر پہونچانے کا حوصلہ کر سکتی تھی!

....

(۴)

ارشاد ہوا۔ بھگت شرومنی میرا بائی جی کا نام کون نہیں جانتا۔ ریداس جی کی چیلی ہو جانے کی وجہ سے اس دیوی پر جو مظالم ہوئے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ دھوکا دیکر کھانے میں بارہا زہر دیا گیا۔ چرن امرت کے بہانے زہر ہلاہل پینے کے لئے پیش کیا گیا جسے دیوی نے شوق سے نوش بھی کیا پھولوں کی پٹاری میں زہریلا سانپ بند کر کے محض اس وجہ سے بھیجا گیا کہ وہ اس پاک ہستی کا خاتمہ کر دے مگر ان سب کا نتیجہ بھی دُنیا

کی زبردست طاقت کے ہاتھ میں تھا اور وہی طاقت دیوی کی محافظ تھی۔ ایسی حالت میں نقصان پہونچنے کا امکان کیسے ہو سکتا تھا!

.......:.......

(۵)

ارشاد ہوا۔ ہمایوں کے ادبار کے زمانہ میں اُس کا بھائی بھی اس کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔ خوب خوب لڑائیاں اور معرکہ آرائیاں ہوئیں اکبر جو کم سن بچّہ تھا چچا کے قبضہ میں تھا ناعاقبت اندیش سنگدل چچا نے اکبر کا گہوارہ قلعہ پر اس جگہ لٹکوا دیا تھا جہاں بے شمار گولہ باری ہو رہی تھی مگر خدائے ذوالجلال جس کے ایک "کُن فیکُن" کے کلمہ سے خلقت ظہور میں آئی اس آئندہ بادشاہ اکبر کا محافظ تھا پھر کسے طاقت تھی کہ اُسے نقصان پہونچانے کی جرأت کرتا۔ کاش کوئی گولہ لگا بھی ہوتا تو فضل ایزدی شامل حال ہونے کی وجہ سے وہ پھول کا گیند ہی محسوس ہوتا۔ قانون قدرت قادر مطلق کے ماتحت ہے اور جب اس کا فضل و رحم شامل حال ہو تو پھر خوف کس کا اور کیوں ہو!

(۶)

ارشاد ہوا۔ ہندوؤں کی مشہور و معروف کتاب "رامائن" کے زندہ جاوید مصنف گوسوامی تلسی داس جی کے باپ پنڈت آتمارام دویدی نے نوزائیدہ بچہ کو جسے دنیا میں اب تک آنکھ کھولنے کا بھی موقع نہیں نصیب ہوا تھا۔ بیرحمی کے ساتھ جنگل میں جانوروں کے کھانے کے لئے صرف اس وجہ سے پھینک دیا تھا کہ اُن کی پیدائش اُن کی عقل رسا کے موافق بُری ساعت میں ہوئی تھی۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ اس سنگدلی اور حقارت کے ساتھ پھینکا ہوا بچہ دُنیا میں اس قدر شہرت اور عزت حاصل کر سکے گا۔ آج اُن کی تصنیف کردہ رامائن کو وہ عزت حاصل ہے جو دنیا کی اور کسی کتاب کو بھی شاید ہی نصیب ہوئی ہو گی جب تک دُنیا قائم ہے گوسوامی تلسی داس جی کا نام آفتاب اور ماہتاب کی طرح دنیا میں روشن رہے گا۔ تلسی داس جی کی زندگی کو کس نے بچایا؟ ایشور اور اُس کی دیا نے۔ ورنہ جنگل میں پھینکا ہوا بچہ جو محض گوشت پوست کا لوتھڑا تھا۔ خونخوار درندوں سے کیسے بچ سکتا تھا! ایشور کی دیا کے

خلاف کون سی طاقت کام کر سکتی ہے! وہ چاہے تو رائی کو پربت اور پربت کو رائی کر دے۔

..........✲..........

(۷)

ارشاد ہوا۔ کورو اور پانڈو ہستناپور کے شاہی نسل سے تھے۔ کورو نے نفسانیت کے زیر اثر پانڈو کا حق و حصہ غصب کرنے کے لئے بڑی بڑی چالیں چلیں قمار بازی میں سلطنت جیت لی۔ بارہ سال کے لئے خانہ بدوشوں کی طرح بچاروں کو جلا وطن کیا۔ اور یہ جنگلوں میں گھوم پھر کر زندگی کے دن پورے کرتے رہے۔ لاہ کے قلعہ میں بند کر کے آگ تک لگا دی گئی تھی تاکہ ان کی زندگیوں کا خاتمہ ہو جائے اور کورو بلا مزاحمت و بلا شرکت غیرے سلطنت کے وارث قرار پائیں مگر یہ زندہ بچ گئے۔ بعد اختتام میعاد جلا وطنی کورو اپنے عہد سے منحرف ہو گئے اور انھیں راج میں حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ اس بے اصولی اور بے ایمانی کا یہ ہوا کہ مہا بھارت کی لڑائی ٹھن گئی۔ پانڈوں کے معاون و مددگار کرشن بھگوان تھے اور کوروں کی طرف

ساری دنیا تھی بھیشم پتامہ۔ درونا چارج اور کرپاچارج ایسے دھرماتماؤں نے بھی پانڈوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ پانڈوں حق پرست تھے اس لئے ایشور کی دیا اُنکے ساتھ تھی مہابھارت کے جنگ عظیم میں بھی فتحیابی اُنھیں کی پاپوس ہوئی۔ جہاں خود کرشن بھگوان موجود ہوں وہاں کامیابی کیسے نہ حاصل ہو گی!

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۸)

ارشاد ہوا۔ کرشن بھگوان آرام فرما رہے تھے۔ دریودھن مہابھارت میں اُن سے مدد لینے کے لئے گیا مگر ان کے سرہانے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ارجن بعد میں پہونچے اور اُن کے پیر کی طرف بیٹھے رہے کرشن بھگوان کی آنکھ کھُلی۔ پہلے ارجن پر نظر پڑی کیونکہ وہ سامنے تھے پوچھا۔ "کیسے آئے؟" جواب ملا "مہابھارت میں مدد لینے کے لئے"۔ دریودھن بگڑ گیا "مہاراج! میں پہلے سے آیا ہوا ہوں یہ بعد میں آیا ہے۔ میرا حق فایق ہے"۔ کرشن جی بولے "مگر میری نظر پہلے ارجن پر پڑی ہے یہ تم جانتے ہو"۔ دریودھن اکڑ گیا۔ بھگوان نے کہا اُچھا! تم دونوں کو مدد دوں گا۔ ایک طرف میں تنہا رہونگا

اور ہتھیار بھی نہ اُٹھاؤں گا اور دوسری طرف میری ساری فوج رہے گی۔ تم لوگ سوچکر جلد جواب دو کہ کیا چاہتے ہو" دریودھن اپنی عقل کے زعم تھا اُس نے فوج لینا منظور کیا۔ مگر ارجن نے صرف کرشن کو ساتھ لینا قبول کیا۔ دریودھن فوجی مدد کا عہد لے کر چلا گیا تب کرشن جی نے ارجن سے دریافت کیا "تونے کیوں ایسی غلطی کی؟ میں تنہا بلا ہتھیار کے تجھے کیا مدد دے سکوں گا!" ارجن ہنسے " میں آپ کو سارتھی بناؤں گا اگر جیت گیا تو میرا نام ہو گا اور اگر ہار گیا تو آپ کی ہنسی ہو گی۔ لوگ کہیں گے جس ارجن کے سارتھی کرشن بھگوان تھے وہ ارجن ہار گیا" بھگوان کی آنکھوں میں پریم کے آنسو اُمنڈ آئے۔ ارجن کو گلے لگا کر بولے" میں تیرے انگ سنگ ہوں اور میری دیا تیرے ساتھ ہے"

ایسی حالت میں ارجن کو فتح نہ ملتی تو اور کسے ملتی!

...........:..........

چھٹواں اجلاس

قوّت ارادی اور استقلال

(۱)

ارشاد ہوا۔ قوت ارادی کامیاب زندگی کے لئے نہایت لازمی اور لابدی شے ہے۔ جہاں زبردست قوت ارادی ہوگی وہاں استقلال کا ہونا ضروری ہے۔ زبردست قوت ارادی پیپل یا بڑکے بیج سے مشابہ ہے۔ یہ بیج پوست کے دانہ کے برابر ہوتا ہے لیکن جب زمین میں جگہ پالیتا ہے عالیشان درخت کی صورت میں کھڑا ہوکر بیگہوں رقبہ گھیر لیتا ہے۔ یہ بیج سنگین یا پختہ عمارت پر بھی جب کبھی گر جاتا ہے تو اینٹوں کو چیرتا پھاڑتا اور عمارت کو دھکا پہونچاتا ہوا تناور درخت کی حیثیت حاصل کرلیتا ہے۔ اس کی جڑوں کی بالیدگی سیمنٹ کی دیواریں بھی شگاف اور جوف پیدا کرکے اُسے روز بروز فراخ اور کشادہ

کر دیتی ہے۔ بالکل یہی حالت قوت ارادی کی مضبوطی کی بھی ہے۔ جس کے دل میں زبردست قوت ارادی ہے وہ غیر ممکن کو بھی ممکن کر دکھا سکتا ہے اور دیکھتے دیکھتے دنیا کو متحیر اور ششدر کر دیتا ہے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا۔ پانِنی رشی جو سنسکرت زبان کے صرف و نحو (بیاکرن) کے موجد ہوئے ہیں بچپن میں حد درجہ کے کند ذہن اور غبی تھے۔ ماں باپ اور اُستاد سب عاجز آ گئے۔ ایک روز پاٹھ شالہ کے پنڈت جی نے اُنھیں بہت لعنت ملامت کر کے پاٹھ شالہ سے نکال دیا۔ اُنھیں غیرت آئی گھر جانے کے بجائے کیلاش پربت پر پہونچے اور محنت شاقہ کے ساتھ شیو بھگوان سے ویاکرن کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب وطن میں واپس آئے پنڈت جی نے امتحان لیا اور اُن کی عجیب و غریب قابلیت دیکھکر اُسی وقت اپنی گدی اُنھیں سپرد کر دی اُنھوں نے ویاکرن کی مشہور اور معروف کتاب اشٹ آدھیائی تصنیف کی جو سنسکرت صرف و نحو کی مُستند کتاب مانی جاتی ہے اب دنیا اُنھیں ویاکرن کا سب سے بڑا اچاریہ تسلیم کرتی ہے۔

(۳)

ہمارے موجودہ زمانہ کے مشہور عالم پہلوان رام مورتی میں کیا خاص وصف ہے جس کی وجہ سے تمام دُنیا میں اُن کی شہرت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اُنھوں نے قوت ارادی کی پختگی کے راز کو سمجھ لیا اور اُسی کی بدولت وہ دنیا کو حیرت اور استعجاب میں ڈال رہے ہیں سیکڑوں من کے پتھر اُن کے سینہ پر توڑے جاتے ہیں بڑے بڑے ہاتھی اور وزنی گاڑیاں اُن کی چھاتی سے ہو کر گذر جاتی ہیں وہ لوہے کی موٹی زنجیروں کو پاش پاش کر دیتے ہیں۔ زیادہ طاقت والی دو دو موٹروں کو ایک ساتھ روک رکھتے ہیں۔ یہ سارے اوصاف قوت ارادی کی پختگی سے حاصل ہوئے ہیں۔ ہندوستان اُن پر جس قدر فخر کرے بجا اور واجب ہے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا۔ رامائن کے زندہ جاوید مُصنف مہرشی والمیک جی قوم کے لوٹیرے تھے۔ دن رات قتل اور غارتگری سے کام تھا۔ انسانیت کے نام سے عاری تھے نارد رشی کے

اُپدیش نے اُن میں زبردست قوت ارادی پیدا کردی
زندگی کا رُخ بدل گیا۔ ایک روز ایک پرند چہچہا رہا
تھا اُس کی چہچہاہٹ کا وزن ان کے دل میں کھپ گیا
اسی وزن میں اُنھوں نے رامائن کے سارے واقعات کو
فصیح و بلیغ سنسکرت میں نظم بند کر دیا۔ دنیا اُنھیں
آدی کوی (پہلا شاعر) کہتی ہے۔ اُس زمانہ کے علما
فضلا نے اُنھیں مہرشی کا خطاب عطا کیا جب تک دُنیا
قائم ہے رامائن اور مہرشی والمیک کا نام صفحۂ ہستی پر
چاند اور سورج کی طرح قائم رہے گا۔

....

(۵)

ارشاد ہوا۔ ہندی رامائن کے مُصنف گوسوامی تلسی داس جی
بھی اوائل عمر میں حد درجہ کے شہوت پرست تھے۔ ایک
ایک روز بیوی نے سمجھایا "جس قدر مُحبت آپ کو میرے
ساتھ ہے اگر یہی ایشور کے ساتھ ہوتی تو آپ کے
ساتھ میں بھی بھوساگر سے پار ہو جاتی" بیوی کی
نصیحت نے دل پر گہرا اثر کیا۔ زبردست ارادہ کر لیا کہ
اب بھگوان کی بھگتی ہی میں اپنی باقی زندگی صرف کرونگا۔

کاشی جی آئے چند ہی دنوں میں تعلیم و تربیت میں کمال حاصل کر لیا۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ رام چرتر کو ہندی زبان کے نظم میں قلمبند کرنا چاہیئے۔ چونکہ یکسوئی اور یکرخی کی وجہ اُسے قوت ارادی میں حد درجہ کی مضبوطی آگئی تھی یہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گئے۔ اب تلسی کرت رامائن کی وہ عزت ہے جو شاید ہی کسی کتاب کو حاصل ہوگی۔ اس قدر مقبولیت کا فخر اور کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ شاید ہی کوئی ہندو گھر ایسا ہوگا جس میں یہ مقدس کتاب نہ موجود ہو اور شاید ہی کوئی ہندو ایسا ہوگا جس کی زبان پر رامائن کے کچھ کلام نہ رہتے ہوں یہ کرشمہ صرف زبردست قوت ارادی کا ہے۔

....

(۶)

ارشاد ہوا۔ ودیا دھری اپنے زمانہ کی زبردست عالمہ تھی بڑے بڑے عالم اور فاضل پنڈت اُس سے شاستر ارتھ کرنے میں بغلیں جھانکتے تھے رشک اور

حسد کے زیر اثر ان لوگوں نے سازش کر کے اُس کی شادی ایک گنوار کے ساتھ کرا دی جس کا نام کالیداس تھا۔ رات کے وقت جب یہ اپنی عورت سے ملنے گیا اُسے معلوم ہوا کہ پنڈتوں نے دشمنی کر کے اُس کی شادی ایک جاہل مطلق کے ساتھ کرا دی ہے۔ طیش میں آکر اُس نے کالیداس کو کوٹھے سے نیچے ڈھکیل دیا اُنھیں جو شرمندگی ہوئی اُس کا پورا پورا اندازہ صرف وہی کر سکتا ہے جس نے بیوی کے ہاتھوں کبھی ذلت اُٹھائی ہو گی۔ دل میں عزم بالجزم کر لیا کہ اگر ودیا دھری کو اپنی علمیت کا غرور ہے تو میں اپنے آپ کو اس سے لائق اور فائق ثابت کر دکھاؤں گا۔ دل کے جذبہ نے غیر معمولی حوصلہ پیدا کر دیا۔ چند ہی سالوں میں سنسکرت زبان کے اعلیٰ درجہ کے عالم ہو گئے۔ سنسکرت داں طبقہ اس بات پر متفق ہے کہ کالیداس کے پایہ کا زبردست شاعر سنسکرت زبان میں ایک بھی نہیں ہوا۔ راجہ بھوج کے دربار میں اُن کی خاص قدر و منزلت تھی ایک ایک شلوک کے لاکھ لاکھ روپئے انعام ملا کرتے تھے۔

علمیت حاصل کرنے پر ودیا دھری کا انھوں نے بہت شکریہ ادا کیا اور دونوں محبت اور الفت کے ساتھ رہنے لگے

کالی داس کو اس بلند مرتبہ پر کس نے پہونچایا؟ اُن کی زبردست قوت ارادی اور استقلال نے۔

....

(۷)

ارشاد ہوا۔ نادر شاہ کے نام سے دنیا واقف ہے۔ تواریخ کے صفحات اس کے کارناموں سے بھرے ہوئے ہیں یہ حد درجہ کا جفاکش اور محنتی تھا۔ اوایل عُمر میں یہ لکڑہارا تھا۔ اپنی زبردست قوی ارادی اور عزم بالجزم کے باعث بادشاہ بن بیٹھا اردگرد لوگ جمع ہونے لگے اُنھیں فوج میں بھرتی کرکے فوجی تعلیم دی۔ اس کی فوج نہایت دلیر جانباز اور کرّار تھی۔ خود نادر شاہ نے فوجی تعلیم ایسی اعلیٰ درجہ کی دی تھی کہ بایدوشاید! دلی میں قتل عام کے وقت محمد شاہ گلے میں رومال ڈالکر روتا ہوا نادر شاہ کے پاس پہونچا اُس نے حکم دیا "قتل عام موقوف!" سپاہیوں کی تلواریں ہندوستانیوں کی گردنوں پر پہونچ چکی تھیں حُکم سنتے ہی دم زدن میں نیام کے اندر داخل ہوگئیں۔ آج اس کی قوت ارادی کی بدولت نادر شاہ کا نام بادشاہوں کے زمرہ میں

لکھا جاتا ہے

....

(۸)

ارشاد ہوا۔ جاپان کے ایک زبردست مصنف (جس کا نام اس وقت یاد نہیں ہے) کی بابت مشہور ہے کہ بچپن میں وہ ایک معمولی آدمی تھا مگر اُس کے دل میں کسی طرح کتب نویسی کا شوق پیدا ہو گیا۔ معمولی تعلیم تربیت حاصل کرنے کے بعد اُس نے مضامین لکھنے شروع کئے اور انھیں کتابی شکل میں ترتیب دی مگر کتاب کی زبان اُس کے حسب دلخواہ اعلیٰ درجہ کی نہیں تھی اس نے بارہ مرتبہ اس کتاب کو ترمیم صحت اور نظر ثانی کے ساتھ لکھا۔ زبان نکھرتی تو ضرور گئی مگر اس میں وہ فصاحت و بلاغت نہ آئی جیسے وہ چاہتا تھا۔ تنگ آکر خودکشی کرنے کی نیت سے دریا کے کنارے پہونچا۔ دریا کے ساحل پر ایک اونچا پتھر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک مینڈک بار بار کود کر پتھر پر پہونچنا چاہتا تھا مگر برابر ناکامیاب رہا تیرہویں مرتبہ اُس نے اس زور سے جست کی کہ پتھر کی چٹان پر پہونچ گیا۔ اس واقعہ نے اس شخص کے

دل پر خاص اثر کیا۔ اس نے سوچا کہ جب یہ حقیر جانور اپنی قوت ارادی کے باعث کامیاب ہو گیا تو میں کیوں پست ہمت ہوں! اس خیال نے اُس کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اُس نے مکان واپس آکر اس کتاب کو پھر از سرِ نو لکھنا شروع کیا۔ اس دفعہ وہ کتاب اُسے نہایت پسند آئی۔ مصنف کی زندگی ہی میں اُسے عوام میں مقبولیت کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اب اس کتاب کے انتخابات جاپان کے کالجوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اسی سے اُس کے اعلیٰ پایہ کی کتاب ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

....

ساتواں جلاس

سچی دولتمندی

(۱)

ارشاد ہوا۔ جو دل کا غنی اور لاطمع ہے وہی سچا دولتمند ہے۔ اگر کوئی کروڑپتی شخص بھی تنگ دل تنگ ظرف

اور حرص و ہوا کا بندہ ہے تو اُسے مفلس قلاش سمجھنا چاہئے اور اگر کسی شخص میں سیر دلی کا وصف ہے مگر اُس کے پاس ایک حبہ تک نہیں ہے پھر بھی وہ سچے معنی میں سچا دولتمند ہے۔

قدیم زمانہ کے رشی منی جو جنگلوں میں ریاضت اور زہد کی زندگی بسر کرتے تھے جس وقت کسی راج دربار میں پہونچتے تھے بڑے بڑے تاجدار تخت سے اُتر کر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ قدم بوس ہوتے تھے۔ بات کیا تھی؟ یہ لا احتیاج اور دل کے غنی ہوتے تھے اور راجاؤں مہاراجاؤں کو بھی ان کی سچی دولتمندی کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

....

(۲)

ارشاد ہوا سچا دولتمند وہ ہے جس کا دل قناعت کی دولت سے معمور ہے دھن دولت روپیہ پیسہ مال متاع اور ملک مال سے کوئی شخص سچے معنی میں دولتمند نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا تعلق صرف بے خواہشی۔ قناعت۔ اور سیر دلی سے ہے۔ جس کے دِل میں سیری نہیں ہے وہ قاروں کا خزانہ پاکر بھی خوش اور مطمئن نہیں ہو سکتا

مگر جس کی حالت برعکس ہے وہ خشک روٹی کھا کر اپنے آپ کو بادشاہوں سے بدرجہا بہتر خوشتر اور مبارک تر سمجھتا ہے۔ کبیر صاحب کی بانی ہے:-

گودھن گج دھن باج دھن اور رتن دھن کھان
جب آوے سنتوش دھن سب دھن دھول سمان

یعنی جب انسان کا دل قناعت کی دولت سے بھر جاتا ہے۔ اُس وقت گھوڑے ہاتھی زر جواہرات ملک اور مال کی کوئی وقعت اُس کی نگاہ میں نہیں رہ جاتی۔

....

(۳۱)

ارشاد ہوا۔ سکندر اعظم جس وقت ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا پنجاب میں ایک جنگل سے گذر رہا تھا اُس کے وزیر کی نظر ایک نیم برہنہ سادھو پر پڑی جو دھوپ میں بیٹھا ہوا مالک کی یاد میں مصروف تھا۔ وزیر اور بادشاہ دونوں اس کے قریب پہونچے مگر سادھو اپنی محویت کی حالت میں مست تھا۔ وزیر نے آواز دی "اے فقیر! بادشاہ سکندر اعظم جسے دنیا نے فاتح عالم کا خطاب دے رکھا ہے تیرے سامنے کھڑا ہے تجھے اس کا کچھ پاس ادب

ہونا ضروری ہے۔" سادھو یا تو اب تک استغراق میں تھا یا اُس نے آنکھیں کھولدیں دونوں پر نظر پڑی۔ ہنسا۔ "وزیر! تو سخت نادان ہے۔ اگر سکندر بادشاہ ہوتا تو ہوا وہوس میں مبتلا ہوکر شہر بشہر مارا مارا نہ پھرتا۔ یہ تو حد درجہ کا مفلس اور غریب ہے جو زر و دولت کی لالچ سے خلق خدا کو ستاتا رہتا ہے۔ سچا بادشاہ میں ہوں جس کے دل میں حرص و ہوس کی گنجائش تک نہیں ہے۔ سُن!

"چاہ گئی چنتا گئی منواں بے پرواہ
جا کو کچھو نہ چاہیئے سوئی شاہنشاہ"

وزیر کو سادھو کی باتیں ناگوار گذریں مگر سکندر نے اس کی نصیحت کو نہایت غور سے سنا اور دست بستہ عرض کیا "آپ کا فرمانا بجا ہے میرے لایق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمایئے۔"

سادھو "اچھا! میری دھوپ چھوڑدے اور آئندہ میرے پاس نہ آنا۔"

یہ فقیر سچے معنی میں سچا دولتمند تھا۔ جسے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں اُس کے لئے دولت کیا اہمیت رکھتی ہے!

....

ایک اخبار کا نامہ نگار تھا۔ اُس نے اخبار میں فوراً شائع کرا دیا
کہ ہندوستان سے ایک عجیب و غریب سنیاسی آیا ہے۔
جو خالی ہاتھ ہوتا ہوا اپنے آپ کو دولتمند سمجھتا ہے۔
اور ہر شخص کو اپنا واقف کار بتلاتا ہے۔ خبر شائع ہوتے
ہی جوق در جوق لوگ آنے لگے اور دم زدن میں
سوامی جی کے قیام اور رہائش وغیرہ کا نہایت معقول
انتظام ہو گیا۔ اُنھوں نے نامہ نگار سے کہا "کیوں!
اب تم کو میری باتوں پر یقین ہوا یا نہیں؟" وہ خاموش
رہا سوامی جی کا لکچر عام پبلک میں و نیز سکولوں اور
کالجوں میں نہایت دھوم دھام کے ساتھ مہینوں
ہوتا رہا۔

سوامی جی مہاراج دل کے غنی تھے اس لئے سچے
دولتمند تھے۔

..........۰..........

(۶)

ارشاد ہوا منشی کالی پرشاد صاحب کُل بھاسکر نہایت
اعلیٰ درجہ کے وکیل تھے آپ کی آمدنی نہایت معقول
تھی امیرانہ اور رئیسانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کی
سیر چشمی اور فیاضی کی بدولت کایستھ پاٹھ شالہ الٰہ آباد کا

وجود قائم ہوا جو اب روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے دم زدن میں آپ نے اپنی ساری جائداد پاٹھ شالہ کے نام وقف کر دی اسی طرح سر سید احمد خاں صاحب بانی کالج علیگڈھ نے بھی اپنی ساری دولت کالج کو دیدی یہ لوگ دِل کے نہایت اونچے اور دولتمند تھے۔ امیری اور غریبی دِل کی حالت پر موقوف ہے کسی نے سچ کہا ہے "تونگری بہ دل است نہ بہ مال و بزرگی بعقل است نہ بہ سال"

. . . .

(۷)

ارشاد ہوا ریاست حیدر آباد دکن اب نظام کی ریاست کہلاتی ہے مگر پہلے یہ مہاراجہ چندولال کا حیدر آباد کہلاتا تھا۔ یہ صاحب کون تھے اس بات سے کم لوگ واقف ہوں گے یہ عرائض نویس کے درجہ سے ترقی کرتے کرتے ریاست کے وزیر اعظم ہو گئے تھے شاید پچیس ہزار تنخواہ ملتی تھی مگر سب کی سب غریبوں محتاجوں اور حاجتمندوں کے درمیان تقسیم ہو جاتی تھی اور آپ کو مہینہ میں پانچ سات فاقہ ضرور کرنا پڑتا تھا ان کی زندگی اس قدر سیدھی سادی تھی کہ مہاراجہ دکرما دیتہ کی

یاد آجاتی ہے۔ باوجود اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے
کے آپ چٹائی پر سوتے تھے اور مٹی کے برتن میں پانی
پیتے تھے ان کی بیوی صاحبہ بھی اسی مزاج کی تھیں۔
ناک میں نتھ اور معمولی ساری استعمال کیا کرتی تھی
اُنھیں لاکھوں روپیہ کی جاگیر بھی عطا ہوئی تھی مگر اُس کا
بیشتر حصّہ مندروں کے انتظام کے لئے باقاعدہ وقف کر دیا جسے
حیدر آبادی زبان میں "انعام" کہتے ہیں۔ حیدر آباد
کی ریاست اس قسم کے انعامات سے بھری پڑی ہے
یہ روپیہ پیسہ تقسیم کرتے تھے اور اُن کی بیوی اناج تقسیم
کیا کرتی تھی جب اُن کی سواری نکلتی تھی لاکھوں بھکاری
چاروں طرف گھرے رہتے تھے۔ اور یہ ہاتھی کے اوپر
سے روپیہ اشرفیاں مُٹھی بھر بھر کر پھینکتے جاتے تھے۔ آخر
عُمر میں سات ہزار کی پنشن مقرر ہوئی مگر عادات سابقہ
کی وجہ سے ساری زندگی عُسرت میں بسر ہوتی رہی۔
نظام نے آپ کی عادت کو تبدیل کرنے کی غرض سے
یکمشت وظیفہ دینے کے بجائے روزانہ مقرر کر دیا مگر
آپ کا دروازہ حاجتمندوں اور محتاجوں کے لئے چشم
عشاق کی طرح برابر کھلا ہی رہتا تھا۔ صدہا بیواؤں
یتیموں اور بچوں کو خفیہ طور پر وظیفہ دیا کرتے تھے۔

سُنا جاتا ہے۔ انتقال کے بعد جب آپ کی نعش جلائی گئی تو سارا جسم تو جل کر راکھ ہو گیا مگر دایاں ہاتھ سیکڑوں من لکڑیوں سے بھی نہ جل سکا کیونکہ یہ زکوٰۃ یا خیرات کا ہاتھ تھا۔

مہاراجہ چندولال دل کے بادشاہ سچے اور اصلی دولتمند تھے اور اس قدر مشہور ہو گئے تھے کہ حیدرآباد مہاراجہ چندولال کا حیدرآباد کہا جانے لگا۔

....

(۸)

ارشاد ہوا مہارانا پرتاپ سنگھ جب دشمنوں کی مُسلسل یورش سے تنگ آ گئے اور رسد اور خزانہ سب خالی ہو گیا انھوں نے ترک وطن کا ارادہ کر کے سندھ دیش کی جانب بڑھنے کا قصد کیا کہاں بے سروسامان رانا پرتاپ اور کہاں شہنشاہ ہند اکبر جس کے اقبال کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا! ایسے اڑے وقت میں بھاما شاہ نے حاضر ہو کر رانا سے عرض کیا "مہاراج! میرے پاس اس قدر سرمایہ ہے کہ آپ بارہ ہزار فوج سے بارہ سال تک دشمنوں کا مقابلہ نہایت بے فکری اور

اطمینان سے کر سکتے ہیں یہ سب دولت آپ پر نثار ہے"۔ رانا حیرت میں آ گئے "تمھارے ایسے جان نثار اور دیش بھگت کی موجودگی میں ملک کی عزت کو دھکّہ نہیں پہونچ سکتا جب تم اس قدر دیش سیوا کے لئے تیّار ہو تو میں بھی تم لوگوں کے لئے اپنا سر دینے اور خون بہانے کے لئے آمادہ اور مستعد ہوں جاؤ فوج کی تیاری کا انتظام کرو"۔ ایسا ہی کیا گیا اور رانا نے آخر وقت تک دشمنوں کے دانت کھٹّے کر دیئے۔ یہ ہمّت اور جرأت بھاماشا کی غیبی مدد نے پیدا کر دی تھی۔ یہ بھاماشاہ سچا دولتمند اور دیش بھگت تھا۔

....

(۹)

ارشاد ہوا ہندوستان میں شاید ہی کوئی تعلیم یافتہ شخص ایسا ہو گا جو پنڈت ٹھاکر دت شرما موجد امرت دھارا کے نام سے ناواقف ہو گا۔ آپ خاص جدّت اور قابلیت کے شخص ہیں آپ نے لاکھوں کی معیشت پیدا کی اور دُنیا میں نام پیدا کر دکھایا حال ہی میں آپ نے ایک دھرم آرتھ ٹرسٹ قایم کر کے مختلف مدات کے لئے

۳۱۵۲۷۹ روپیہ کی خاصی رقم ٹرسٹ کے حوالہ کردی اور وقتاً فوقتاً ان مدات میں ضرورتاً مزید امداد دینے کا بھی وعدہ فرمایا ہے اُس کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

مبلغ ایک لاکھ روپیہ بیکاروں کے لئے انڈسٹریز جاری کرنے کے لئے ۳۱۵۴۴ روپیہ کی رقم صرف طبی امداد اور اغراض کے لئے بیس ہزار کی ایک کوٹھی اپنے عزیز و اقارب رشتہ دار اور برہمنوں کی مدد کے لئے تیس ہزار کی رقم دھارمک لٹریچر اور دھرم پرچار کے لئے پچیس ہزار کی رقم اناتھوں اپاہجوں اور بیواؤں کی خورش پوشش کے لئے تیس ہزار کی رقم دویا پرچار کے لئے۔ اس کے علاوہ مزید تیس ہزار کی رقم پنڈت صاحب موصوف نے ٹرسٹ مذکور کو بطور زرو فنڈ کے عطا کی ہے تاکہ ٹرسٹ کی خاص خاص ضروریات پوری ہو سکیں۔

پنڈت جی کی سیرچشمی اور فیاضی قابل تعریف ہے۔ یہ سچی دولتمندی کی شان ہے ملک کے دیگر متموّل صاحبان کو پنڈت جی کی تقلید کرنی چاہئے۔

.........×.........

آٹھواں جلاس

سچی قربانی

(۱)

ارشاد ہوا۔ ہر نیک کام قربانی چاہتا ہے۔ جہاں سچی قربانی ہوتی ہے وہاں کامیابی قدم قدم پر پاؤں چومنے کے لئے تیار رہتی ہے اور ترقی بھی دن دونی رات چوگنی ہوتی رہتی ہے مگر جہاں برعکس صورت ہے اور سچی قربانی اور ایثار نفسی کی جگہ خود غرضی خود مطلبی اور ذاتی مفاد کا لحاظ ملحوظ رکھا جاتا ہے وہاں سے کامیابی اور ترقی کوسوں دور بھاگ جاتی ہے۔ یہ قدرت کا مسلمہ اور مصدقہ اصول ہے۔

(۲)

ارشاد ہوا۔ مہاراجہ اشوک ہندوستان کا مشہور و معروف

فرماں روا گزرا ہے جس نے بدھ دھرم کی ترقی کے لئے
اپنی جان لڑا دی۔ آج ہم اُس کی قربانی کی صرف دو
ایک باتیں مثال کے طور پر یہاں پیش کرتے ہیں۔
آپ خود انصاف کیجئے کہ اس کی قربانی کس پایہ کی ہے۔
مہاراجہ اشوک نے بدھ دھرم کے پرچار کے لئے جو
قربانی کی ہے اُس کی نظیر شاید دنیا میں نہ ملے گی۔ ایک
بار اُسے خبر ملی کہ لنکا میں بدھ دھرم کی اشاعت کافی
طور پر نہیں ہو رہی ہے اور کوئی بھکشو وہاں کام نہیں
کر سکتا۔ اشوک نے سر دربار اعلان کیا "میں دھرم
کے لئے سب کچھ نثار کرنے کو تیار ہوں پھر بدھ دھرم
کی اشاعت خاطر خواہ کیوں نہ ہو گی"
اشوک نے اپنے بیٹے کو طلب کر کے کہا "بیٹے! میں
چاہتا ہوں کہ تو سچا بادشاہ بنے اور لنکا میں جا کر دھرم کی
اشاعت کرے"
مہندر نے نہایت خوشی سے سر تسلیم خم کیا۔ اُسی وقت اُسے
بھکشو کی دیکشا دلائی گئی اور ارغوانی لباس پہنایا گیا۔
راجہ نے سوچا کہ جب تک عورتوں میں دھرم کی اشاعت
کا سامان نہ ہو گا تب تک مردوں میں زور دار سنسکار
نہ پیدا ہوں گے۔ اُس نے اُسی وقت اپنی لڑکی کماری

مندری کو یاد کیا وہ حاضر ہوئی۔
راجہ نے کہا "بیٹی! تیرا بھائی بھکشو بنکر دھرم پرچار کے لئے لنکا جارہا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو بھی بھکشونی ہو کر وہاں عورتوں میں دھرم پرچار کا کام کرے کیونکہ بغیر عورتوں کی تربیت کے اصلی ترقی غیر ممکن ہے"
لڑکی نے رضامندی ظاہر کی اُسے بھی دیکشا دیگئی۔ اُس نے بھی شاہانہ لباس وزیورات کو ترک کر کے ارغوانی لباس زیب تن کیا اور خوشی خوشی چلنے کو تیار ہوئی۔
روانگی کے وقت راجہ نے کہا "میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ جب تک میں تمھارے آنے کا حکم نہ دوں تم کبھی لنکا سے واپسی کا ارادہ نہ کرو۔ دونوں نے خوشی خوشی رضامندی ظاہر کی۔
دونوں کی متفقہ کوشش سے لنکا میں بدھ دھرم کا جھنڈا لہرانے لگا۔ مہندر گیاجی سے مہابودھی درخت کی ایک شاخ وہاں لیتا گیا تھا۔ جسے اُس نے انرودھ پوری میں نصب کر دیا تھا۔ اس شاخ نے ایک عالیشان اور وسیع الرقبہ درخت کی شکل حاصل کر لی جو اب تک مہندر کے دھارمک فتح کی یادگار ہے۔
دھنیہ ہیں وہ ماں باپ جن سے ایسی قابل فخر اولاد

پیدا ہوتی ہے۔

....

(۳)

ارشاد ہوا سدھارتھ کپل وستو کا راجکمار اور شاہزادہ تھا۔ اُس کی پرورش نہایت نازونعمت اور لاڈ پیار کے ساتھ ہوئی تھی۔ مگر قدرت نے اُسے کسی اور ہی کام کے لئے وضع کیا تھا۔ شاہزادوں کے لئے جو علوم ضروری ہیں سب میں اُس نے کمال حاصل کیا۔ مگر طبیعت تنہائی پسند تھی۔ والدین نے زبردستی شادی کردی۔ لڑکا بھی پیدا ہوا۔ مگر دل دنیاوی تعلقات سے گھبرایا کرتا تھا۔ دنیا کے چند جانکاہ مناظر نے طبیعت پہ گہرا اثر پیدا کیا۔ اور وہ تاج تخت۔ دولت ثروت۔ بیوی بچّہ سب کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لی سخت سے سخت ریاضت اور نفس کشی کے بعد جب نروان حاصل ہوگیا۔ اس وقت دنیا میں روحانیت کا سیلاب آگیا۔ اور ہر چہار طرف بدھ دھرم کا ڈنکا بجنے لگا۔

اگر بھگوان بدّھ نے اس قدر قربانی نہ کی ہوتی

تو آج اُن کے جھنڈے کے تلے لاکھوں انسانوں کو شانتی نصیب ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ یہ اسی قربانی کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کے علاوہ چین جاپان بھی بُدھ کا نام لے رہا ہے۔ اور امریکہ اور ولایت میں بھی اس خیال کے لوگ پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

مول گندھ کٹی وہار (سارناتھ) کے چوتھے سالانہ جلسے کے موقع پر ۱۰ نومبر ۱۹۳۵ء کو بہت بڑا میلہ لگا تھا جس میں چار سو بُدھ یاتری چین جاپان جرمنی نے، چاس، لوواکیہ، سیلون، برما، سیام اور چٹا گانگ سے صرف زیارت کے لئے آئے تھے۔

.......×.......

(۴)

ارشاد ہوا۔ شاہجہان بادشاہ کی لڑکی بیمار تھی شاہی اطبا و حکما کے علاوہ اور بھی بہت سے حکیموں اور ویدوں نے علاج معالجہ میں سر توڑ کر کوشش کی۔ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کا مسئلہ صادق آتا گیا۔ ان دنوں کچھ انگریزوں نے کلکتہ میں کوٹھیاں کھول رکھی تھیں اور بالکل نو آباد اور نو وارد کی حیثیت میں تھے۔

کسی نے بادشاہ کو کلکتہ سے انگریز ڈاکٹر بلانے کی صلاح دی
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر واٹن صاحب
بلائے گئے۔ لڑکی چند ہی دنوں میں تندرست ہوگئی۔
بادشاہ نے فرمایا "ڈاکٹر صاحب! آپ نے میری عزیز
دختر کی جان بچاکر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے آپ
جو کچھ مانگیں میں خوشی سے دینے کے لئے تیار ہوں"
اس موقع پر ڈاکٹر جس قدر دولت طلب کرتا اسے ضرور
ملتی۔ مگر اس فرشتہ سیرت ڈاکٹر نے اپنے ذاتی مفاد کو بالائے
طاق رکھ کر درخواست کی "میری قوم کو ہندوستان
میں آزادانہ طریق پر تجارت کرنے کی اجازت بخشی جائے
اور اس کا ٹیکس قطعی معاف کردیا جائے"
درخواست منظور ہوئی اس ڈاکٹر نے اپنی ذاتی منفعت
کی قربانی کے ساتھ اپنے ملک اور قوم کی وہ خدمت
انجام دی کہ بایدوشاید! اتنی بڑی قربانی کی نظیر تنی
زمانہ کہیں بھی نظر نہ آئے گی۔ دیکھنے میں یہ چھوٹی سی
درخواست تھی مگر حساب لگانے سے معلوم ہوگا کہ انگریزوں
کو اس کی بدولت کس قدر سالانہ منفعت ہوئی ہوگی۔
اسی درخواست کی بدولت اُن کے پاؤں ہندوستان
میں جم گئے۔

(۵)

ارشاد ہوا دھرم داس جی بہت بڑے مالدار مہاجن تھے۔ کبیر صاحب کی تعریف سنکر اُن کے زمرہ عقیدت میں شامل ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ کبیر صاحب بلا سخت امتحان لئے ہوئے کسی کو اُپدیش نہیں دیتے تھے اُنھوں نے حکم دیا۔" اگر فقیروں کے زمرہ میں شامل ہونا ہے تو اپنی ساری دولت خیرات کر کے صرف کمبل اوڑھ کر شوہر اور بیوی میرے پاس آؤ تب اُپدیش ملے گا۔" امتحان نہایت سخت تھا۔ مگر دھرم کا سچا شوق مُنہ زور ہو رہا تھا اس لئے کبیر صاحب کے حکم کی تعمیل کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ کبیر صاحب نے نہایت خوشی سے اُنھیں اپنے دائرہ عقیدت میں شامل کر لیا۔ اور یہ کبیر صاحب کے گورو مکھ چیلے کہلائے۔

....

(۶)

ارشاد ہوا دوران سفر میں یہ دونوں زیادہ تر کبیر صاحب کے ساتھ رہا کرتے تھے آگے آگے دھرم داس تھے۔

اور پیچھے اُن کی بیوی امن دیوی لڑکے کے ساتھ تھی۔ دھرم داس کو راستہ میں ایک ہیرے کا ٹکڑا نظر آیا۔ آپ نے پاؤں سے اُس پر خاک ڈال دی۔ امن دیوی نے دیکھ لیا اصرار کے ساتھ پوچھنے لگی۔ دھرم داس جی نے کہا "ہیرے کے ٹکڑے پر خاک اس خیال سے ڈال دی تاکہ تُو اُسے دیکھ کر حرص و ہوا میں گرفتار نہ ہو جائے"۔ "وہ ہنسی"۔ "فقیری اختیار کرنے پر بھی آپ ہیرے اور مٹی میں تمیزی حد قائم رکھتے ہیں۔ بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے"! دھرم داس جی دل ہی دل میں کٹ گئے اور امن دیوی کی تعریف کرنے لگے۔

....

(۷)

ارشاد ہوا چین جاپان کی لڑائی کے وقت جاپان گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ جو لوگ خوشی سے فوج میں بھرتی ہونا چاہیں وہ درخواستیں پیش کریں ملک میں جوش کا سیلاب آگیا تھا نوجوانوں نے نہایت پُر جوش درخواستیں لکھ لکھ کر سرکار میں پیش کیں ضرورت سے دس گنی درخواستیں آگئیں۔ یہ جاپانیوں

کی قربانی کا ایک نمونہ ہے۔
ایک ہونہار نوجوان صرف اس وجہ سے جنگ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا کہ اُس کی ضعیف ماں زندہ تھی نوجوان کی درخواست گورنمنٹ نے نامنظور کر دی۔ ضعیفہ نے اس خبر کے سنتے ہی اپنے کلیجہ میں خنجر بھونک لی اور لڑکے سے کہا "جا! ملک کی خدمت انجام دے۔ اب گورنمنٹ تیری درخواست رد نہیں کر سکتی"۔ دھنیہ ہے وہ دیش جہاں ایسے ایسے پاک نفس لوگ پیدا ہوتے ہیں۔

....

(۸)

ارشاد ہوا ۱۹۱۴ء کے عالمگیر جنگ کے وقت میں ہماری گورنمنٹ انگلشیہ کے جاسوس نے جان پر کھیل کر ایک جرمن لڑکے کو گرفتار کیا جس کے پاس جرمن کے قلعہ کا نقشہ موجود تھا وہ نقشہ دینے پر رضامند نہیں ہوتا تھا۔ ہمارے سرکاری جاسوس نے اُسے ہوائی جہاز پر بٹھا کر اپنے افسر اعلیٰ کے پاس لیجانا چاہا۔ لڑکا خاموشی سے بیٹھ گیا مگر جیونہی ایروپلین سمندر کے

اوپر نظر آیا لڑکا مع نقشہ کے کود پڑا اور جان بحق تسلیم ہوا
یہ جان کی قربانی دے کر نقشہ کو اپنے ساتھ لے ڈوبا۔

....

نواں اجلاس

سیوا

(۱)

ارشاد ہوا سیوا یعنی خدمت خلق کا مضمون ایسا ہے جسے ہر شخص سمجھتا ہے اس پر زیادہ خامہ فرسائی یا حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت سعدی شیرازی فرماتے ہیں:۔

"عبادت بہ از خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح سجادہ و دلق نیست"

اس کا مطلب یہ ہے کہ خلق اللہ کی خدمت ہی سچی عبادت ہے صرف گدڑی پہننے یا تسبیح پھیرنے کا نام عبادت نہیں ہے۔

یہ شعر بطور خود اس قدر صاف اور واضح ہے کہ محتاج شرح نہیں۔ صرف ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے اور بس۔ اسی خیال کے زیر اثر فقرا اور سادھو مہاتما اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا کام ضرور کر جاتے ہیں جس سے عام پبلک کو بلا تمیز قومیت مذہب اور ملت یکساں فائدہ پہونچے۔

....

(۲)

ارشاد ہوا جو لوگ لچھمن جھولا۔ گنگوتری۔ اُتر کاشی۔ اُتر پریاگ۔ ہردوار اور بدری نرائن گئے ہیں وہ کالی کملی والے بابا کا نام ضرور جانتے ہیں۔ پہلے یاترا کرنے والوں کو بڑی تکلیف اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ باباجی نے اُسے محسوس کیا ہردوار سے رشی کیش تک چالیس دھرم شالے کے قریب ہوں گے جن کے ساتھ ساتھ کنوئیں اور دوکانیں بھی ہیں سدا برت بھی تقسیم ہوتا ہے یاتریوں کو آٹا دال سبزی گھی ترکاری اور لکڑی مفت دی جاتی ہے یہ سب باباجی موصوف کی محنت کا نتیجہ ہے۔

جو کام باباجی نے کر دکھایا وہ راجاؤں مہاراجاؤں کے امکان سے بھی باہر تھا۔

باباجی کا نام کم لوگ جانتے ہوں گے۔ آپ کا نام سردار ودھاوا سنگھ تھا۔ آپ گوجرانوالہ کے باشندے تھے تعلیم و تربیت کے بعد تنہائی پسندی کی عادت پڑ گئی آخرکار گھربار چھوڑ کر بھاگ نکلے ویدانت سے خاص دلچسپی تھی۔ اپنے شغل کے لئے انھوں نے اسی سیوا کا کام پسند کیا لوگوں کو ایک دھرم شالہ بنوانا مشکل ہو جاتا ہے باباجی نے چالیس سے زیادہ بڑے بڑے دھرم شالے تعمیر کروائے اور وہ بھی نہایت دشوار گذار مقامات ہیں باباجی کے اس پاک کام کا مقابلہ کون کرسکتا ہے! یہ سب صرف سیوا بھاؤ کا کرشمہ ہے۔

..........*..........

(۱۳)

ارشاد ہوا حضرت ابراہیم بلخ کے بادشاہ تھے ایک روز فرشتوں کو خواب میں دیکھا کہ تخت زرنگار پر بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں۔ پوچھا: آپ کیا تحریر فرما رہے ہیں؟ جواب ملا۔ "خدا کے بندوں کے نام" ابراہیم

نے کمال اشتیاق سے دریافت کیا "ذرا ملاحظ فرمایے کہیں مجھ گنہگار کا نام بھی اس فہرست میں ہے یا نہیں؟" فرشتہ نے کتاب دیکھکر نفی میں جواب دیا۔ آپ نے عرض کیا "اگر خدا کے بندوں میں میرا نام نہیں ہے تو اُس کے بندوں کے خادموں میں میرا نام ضرور ارقام فرمائیے۔" فرشتہ لکھ کر غائب ہو گیا۔ دوسرے روز حضرت ابراہیم نے فرشتہ کو پھر دیکھا۔ اُس نے کہا "حضرت! خدا کے بندوں کے خادموں میں نام درج ہونے کا یہ صلہ آپ کو ملا کہ آپ کا نام بندگان خاص میں سب سے اوپر لکھا گیا" حضرت ابراہیم سجدہ شکر بجالائے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا سیوا بھاؤ کے آتے ہی دل سے کبر نخوت بھاگ جاتے ہیں۔ سیوا بھاؤ انسان کو کندن بنا دیتا ہے۔ پنجاب میں جہاں گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہوتا ہے وہاں گوردواروں میں بڑے بڑے سکھ لوگوں کے جوتوں کی نگہبانی کا کام اپنے ذمہ لیتے ہیں اور اس فرض کو فخریہ ادا کرتے ہیں۔ گرمیوں کے

دنوں میں اسٹیشنوں پر بڑے بڑے رؤسا شوق اور محبت کے ساتھ لوگوں کو شربت - لسی (دودھ میں پانی اور چینی ملاکر) اور برف کا پانی پلاتے ہیں اور ذرا بھی شرم اور جھجک محسوس نہیں کرتے - یہ اُن کی قوم کی زندہ دلی کا ثبوت ہے۔

....

(۵)

ارشاد ہوا اسی طرح جب امرتسر کے طلائی مندر کے تالاب کی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے تو مزدوروں سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ ایک ہفتہ پہلے خوب اشتہار دیدیا جاتا ہے کہ فلاں روز گوردوارہ کی سیوا درکار ہے اور اس روز بڑے بڑے امیر کبیر سکھ معہ بال بچوں کے مقام اور وقت مقررہ پر پہونچ جاتے ہیں اور سب کے سب لوگ پریم کے ساتھ کام میں لگ کر دیکھتے دیکھتے ختم کر دیتے ہیں ہمارے پوربی بھائیوں کو ایسے واقعات دیکھ کر حیرت ہوتی ہے مگر سکھ اپنے سیوا بھاؤ میں مستحکم و اٹل ہیں وہ اُسے اپنا فرض عین سمجھتے ہیں۔

....

(۶)

ارشاد ہوا جب یدھشٹر نے راجسوئے یگیہ کیا تو حسب رواج یگیہ کا ایک ایک کام ایک ایک راجہ کو سپرد ہوا آخر میں سوال پیش ہوا کہ لوگوں کے پانوٗں دھونے کا کام کسے سپرد ہونا چاہئے؟ تجویز ہوئی جو سب میں سریشٹھ اور قابل تعظیم ہو صرف وہی اس فرض کو انجام دیسکتا ہے۔ دیر تک بحث مباحثہ کے بعد سب کی رائے قرار پائی کہ کرشن بھگوان سب میں افضل بزرگ اور قابل تعظیم ہیں اس لئے وہی اس فرض کو ادا کریں اور کرشن بھگوان نے اس فرض کو نہایت خوشی کے ساتھ انجام دیا۔

(۷)

ارشاد ہوا اب عجیب زمانہ آگیا ہے لوگ سیوا سے کتراتے ہیں بعض پڑھے لکھے لوگ اس سے اپنی توہین سمجھتے ہیں مگر واقعی بات یہ ہے کہ اسی سے بزرگی اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ مشہور مصرع ہے۔

"ہر کہ خدمت کرد اُو مخدوم شد"

مگر موجودہ تہذیب نے اس خیال پر پانی پھیر دیا۔ اب زمانہ پھر پلٹا کھا گیا ہے۔ سکاؤٹنگ کی ترویج سے اب سیوا بھاؤ کا خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا

ہونے لگ گیا ہے اور اُمید ہے بہت جلد خاطر خواہ نتیجہ ظہور پذیر ہو کر پُرانے خیال کو تقویت ملنے لگ جائیگی

(۸)

ارشاد ہوا سیوا بھاو کے اُصول کو بدّھ بھگوان نے اپنے شاگردوں کو خوب ذہن نشین کرایا تھا بدھ بھکشوں نے سیوا کی وہ نظیر قایم کی تھی کہ بایدوشاید بلکہ یوں کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ مجسم سیوا ہی بن گئے تھے۔ اور اُن کی سیوا ایک دم بے غرضانہ یعنی نشکام ہوا کرتی تھی۔

کبیر صاحب فرماتے ہیں:۔

"پھل کارن سیوا کرے تجے نہ من سے کام
کہیں کبیر سیوک نہیں چہے چوگنا دام"

(۹)

ارشاد ہوا ایک روز کا واقعہ ہے مہاراجہ اشوک شکار کے بعد محل میں واپس آ رہا تھا۔ ایک بھکشو پر نظر پڑی وہ ایک ہرن کے زخمی بچّہ کو پیار و محبت کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اشوک متحیّر ہوا بھکشو نے راجہ کو پہچانا

نہیں اسی سے درخواست کی کہ وہ ہرن کے بچہ کو اُٹھا کر بوڑھے بھکشو کی پیٹھ پر لاد دے تا کہ وہ وہار میں جاکر اس کی مرہم پٹی کرے۔ راجہ کو اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا بلکہ اُلٹے ہی اُسے گوشت خور اور مکّار سادھو سمجھ کر ہزاروں سخت سُست باتیں کہیں۔

بھکشو نے راجہ کی بات کی پرواہ نہیں کی خود ہی بدقّت تمام ہرن کے بچّہ کو اُٹھایا اور اپنی پیٹھ پر لاد لیا اور راجہ سے کہا۔ "میرے پیچھے پیچھے وہار تک چل تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں کس قسم کا مکّار اور دغاباز سادھو ہوں۔" راجہ چُپ چاپ بھکشو کے پیچھے پیچھے چلا۔ وہار میں پہونچا۔ کئی نوجوان بھکشو سادھو کے پاس دوڑے ہوئے آئے ہرن کے بچّہ کو کھولا اور مرہم پٹی کا سامان ہونے لگا۔ راجہ نے دیکھا وہار کیا تھا اُس کے لئے نئی دنیا تھی۔ پختہ عمارتیں بنی ہوئی تھیں چرند پرند نہایت آزادی اور بے خوفی کے ساتھ اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ کہیں جذامیوں اور کوڑھیوں کا علاج ہو رہا تھا۔ کہیں بڑے بڑے زخم اور پھوڑے پھنسی والے مریضوں کی خدمت بھکشو خود اپنے ہاتھوں سے کر رہے تھے۔ پرندوں اور جانوروں کے زخموں کی مرہم پٹی کر کے

اُنھیں میدان میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ گائے بھینس بکری اور دیگر مویشیوں کی علاج کا نہایت زبردست اور معقول انتظام تھا پاٹھ شالا میں لڑکوں کو مذہبی تعلیم دی جاتی تھی قرب وجوار کے مظلوم آکر اپنی اپنی فریاد سناتے تھے اور بھکشو اُن کا فیصلہ نہایت سچائی اور راست بازی کے ساتھ کر رہے تھے زخم خوردہ ہرن کی بھی مرہم پٹی کیگئی اور بعد ازاں وہ ایک درخت کے سایہ میں لیٹ گیا۔ پرندوں کی جھمگٹ اس ضعیف بھکشو کے آس پاس آکر منڈلانے لگی کسی کو وہ پیار کرتا تھا کسی کے جسم پر ہاتھ پھیرتا تھا کسی سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا۔

دہار کا رقبہ ڈھائی تین میل سے کم نہ رہا ہو گا۔ اس میں ہزارہا بھکشو آباد تھے مٹھ کا نام ہی تھا مگر وہ خاصہ قصبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ضعیف بھکشو کام کاج کی مصروفیت میں نووارد مہمان (اشوک) کو بھول گیا تھا۔ فراغت حاصل کرنے پر اُسے یاد آئی ہے اُس نے کہا کیوں کشتری پتر! اب تو نے سمجھ لیا ہو گا کہ ہم لوگ کس قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں؟

....

ایک بھکشو نے ضعیف بھکشو کے کان میں کچھ کہا۔ وہ سُنکر خوش ہوا۔ بولا "مہاراجہ اشوک! تیری جے ہو! میں نے تجھے نہیں پہچانا کیونکہ کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔ ہم لوگ راج دربار یا شہر اور قصبہ میں کم جاتے ہیں اس لئے کس طرح تجھے پہچانتے! دیکھ! ہم سب تیرے راج کی سیوا کر رہے ہیں جو کام تجھے کرنا چاہیئے وہ ہم لوگ انجام دے رہے ہیں۔ راجدھانی تک کے لڑکے یہاں پاٹھ شالہ میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں یہ راج بھگت اور دیش بھگت ہوں گے اُن کی زندگیاں خاص سانچے میں ڈھالی جا رہی ہیں لوگ عدالتوں کے انصاف سے مطمئن نہیں ہوتے ان کا انصاف یہاں کیا جاتا ہے اور وہ خوشی خوشی اس پر راضی ہو جاتے ہیں۔ ہم لوگ دکھی جانوروں تک کی سیوا اور خدمت کا خیال رکھتے ہیں۔ ہمارے گورو بدھ بھگوان کا حکم ہے۔ دکھیوں کی مدد کرو مریضوں کو دوا دو۔ حاجتمندوں کی ضروریات رفع کرو۔ اگیانیوں کو گیان دو۔ بھوکوں کو کھانا پیاسوں کو پانی اور ننگوں کو بستر (کپڑا) دو۔ ہم لوگ حسب توفیق اپنے گورو کے حکم کو بجا لاتے ہیں اور یہ سیوا ہی ہمارا عمل شغل اور دھرم کرم ہے۔ ہم آدمیوں کی طرح

مویشیوں اور جانوروں کے لئے بھی شفاخانہ رکھتے ہیں۔ مریضوں کے پاس بیٹھ کر انہیں دھرم کی کتابیں پڑھ کر سناتے ہیں اور انہیں خوش کرتے ہیں۔ مہاراجہ اشوک! تیری جے ہو! ہم سب بھکشو سچے دل سے تجھے آشرباد دیتے ہیں تیرا راج دھرم کا راج ہو اور تیرے راج کو دیکھ کر دنیا رام راج کو بھول جائے۔"

اشوک کی حالت ناگفتہ تھی۔ اس کی آنکھوں کا دریا رواں تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں ہاتھ باندھ کر عرض کیا "شرمن! میں نے اپنی لاعلمی سے آپ کو سخت سست باتیں کہیں۔ آپ اپنے گورو کے نام پر مجھے معافی بخشئے۔"

بھکشو ہنسا "راجن! تو نے نادانستہ ایسا کیا تھا۔ جو لوگ دیدہ دانستہ ہمیں گالیاں دیتے ہیں اُن کو بھی ہم بُرا نہیں کہتے بلکہ پیار کرتے ہیں جو ہم سے بدی کرتا ہے اُس کے ساتھ نیکی کرتے ہیں ہم کسی کی باتوں سے دُکھی نہیں ہوتے کیونکہ اگر ہمارے دل میں رنج و ملال آتا ہے تو گورو کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہے اور گورو کی نافرمانی بہت بڑا پاپ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ غصہ سے دل خراب ہوتا ہے یہ وہ آگ ہے جو دل کو

جلا کر کباب کر دیتی ہے۔ ہماری زندگی کا اُصول ہے کہ ہم کسی سے سخت کلامی نہیں کرتے۔ تو ہمارا مہاراجہ ہے تجھے ہم کیسے بُرا کہہ سکتے ہیں!"

اشوک کے دل پر ان باتوں کا بڑا گہرا اثر پڑا اُس کی زندگی نے پلٹا کھایا دوسرے ہی دن وہ بُدھ دھرم میں شامل ہو گیا اور سیوا بھاؤ کو اُس نے اپنی زندگی کا اُصول بنا لیا اور ساری زندگی اس پر کاربند رہا۔ دُنیا جانتی ہے کہ اشوک کا زمانہ ہندو تواریخ میں سونہلا زمانہ کہلاتا ہے اس کے زمانہ میں اور کسی جگہ ایسی تہذیب اور شائستگی کا نمونہ کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آتا تھا۔

اشوک کی زندگی کو دم زدن میں کس نے تبدیل کر دیا؟ بھکشوؤں کے سیوا بھاؤ کے نظارے نے۔ کیا اب بھی ہمیں اس سیوا بھاؤ کی بزرگی اور فضیلت بیان کرنے کی ضرورت ہے؟ غور کرنے کے لئے صرف یہی ایک واقعہ کافی اور وافی ہے۔

....

دسواں اجلاس

پرتگیا پالن

(۱)

ارشاد ہوا پرتگیا پالن (اپنے عہد کو پورا کرنا) کیا چیز ہے اسے ہم پرم سنت کبیر صاحب کے ایک دوہے کی مدد سے اپنے پڑھنے والوں کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کبیر صاحب فرماتے ہیں:-

"پڑا پپیہا سُرسری[1] لگا بدھک[2] کو بان
مکھ موندے سُرت گگن ہیں نکس گئے یوں پران"

[1] گنگا　[2] شکاری

اس کا مطلب یہ ہے کہ پیاس سے پریشان پپیہا آسمان میں منڈلا کر پی پی کی رٹ لگا رہا تھا ایسے ہی موقع پر سنگدل شکاری نے اسے تیروں کا نشانہ بنایا۔ وہ بچارا نیم جان ہو کر زمین پر آرہا پیاسا تو پہلے ہی کا تھا بے رحم شکاری کے تیروں سے زخمی ہونے کی وجہ سے

اس کی پیاس اور بھی بھڑک اُٹھی مگر وہ اپنے عہد پر
ثابت قدم اور قایم تھا اس نے صرف سوانتی بوند
پینے کی پرتگیا کی تھی۔ زخمی ہو کر وہ گنگا کی پاک اور
مقدّس دھارہ میں گرا مگر اس خوف سے کہ کہیں پانی حلق
کے نیچے نہ چلا جائے اس نے اس تکلیف اور جاں کنی
کی حالت میں بھی اپنے مُنہ کو بند کرلیا اُس کی نگاہیں
آسمان کی جانب تھیں جہاں سے سوانتی کے بوند
کے برسنے کی اُمید تھی اُس نے گنگا کی مقدّس دھار
میں گر کر بھی اپنی تشنگی رفع نہیں کی بلکہ اپنے عہد
پر قایم رہتے ہوئے اپنی جان دیدی یہ آخر وقت
تک عہد پر قایم رہنے کی بے مثال نظیر ہے۔ کبیر صاحب
نے اتنے واقعات کو صرف چند لفظوں میں جس خوبصورتی
سے ظاہر کیا ہے وہ صرف اُنھیں کا حصّہ ہے۔

.......:.......

(۲)

ارشاد ہوا راجہ ہریشچندر یگیہ کر رہے تھے وشوامتر
امتحان لینے کی غرض سے آپہونچے راجہ سے بولے۔
"راجہ لوگ یگیہ کے وقت مُنہ مانگی مراد پوری کرتے
ہیں کیا تو بھی ایسا کر سکتا ہے؟" راجہ نے سادگی سے

جواب دیا "تن من دھن سب کچھ حاضر ہے اس سے زیادہ آپ کیا طلب کریں گے!" وشوامتر نے کہا "اپنی سلطنت کا دان کر دے" راجہ قول کر چکا تھا اُس نے اپنی پرتگیا کا پالن کیا اور سلطنت بخش دی۔ وشوامتر نے پینترا بدلا "جب تک دان کے ساتھ دکشنا نہ دی جائے تب تک دان ادھورا رہتا ہے دکشنا بھی دو تو میں اس دان کو قبول کروں اور دکشنا میں صرف تین تولہ سونا لوں گا" راجہ نے خزانچی کو تین تولہ سونا دینے کا حکم دیا وشوامتر بگڑ گئے "جب سلطنت دان میں دی جا چکی تو مال اسباب اور خزانہ سب کا سب دان میں شامل ہے" اب ہریشچندر کی آنکھ کھلی مگر واہ رے دھرماتما! جواب دیا "مہاراج! میں اپنے آپ کو رانی کو اور روہتاس کو فروخت کر کے یہ دکشنا ادا کر دوں گا" اور راجہ نے ویسا ہی کر دکھایا۔ حد درجہ کی تکلیف اُٹھائی عورت اور بچے جانوروں اور مویشیوں کی طرح فروخت ہوئے مگر اپنے قول پر آخر وقت تک ثابت قدم رہا اور ذرا بھی لغزش دل میں نہیں آئی جو پرتگیا کی اُسے پورا کر دکھایا۔

....

(۳)

ارشاد ہوا راجہ شنتنو ایک ملاّح کی لڑکی کے حُسن پر فریفتہ اور از خود رفتہ ہو گئے شادی کا پیغام بھیجا۔ سیتہ وتی کے باپ نے کہا "چونکہ تمھاری اولاد موجود ہے اور میری لڑکی کا لڑکا تخت و تاج کا مالک نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے مجھے شادی کر دینے سے انکار ہے"۔ بھیشم پتامہ اپنے باپ کے سعادتمند لڑکے تھے اُنھوں نے ملاّح کو ذہن نشین کرا دیا "میں تاج و تخت سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوں تو سیتہ وتی کی شادی پتاجی کے ساتھ کر دے"۔ مگر ملاّح مُتفّنِن تھا۔ اُس نے جواب دیا "آپ اپنے حق سے ضرور دست بردار ہو رہے ہیں مگر ممکن ہے آپ کی اولاد حق وراثت کے لئے سر اُٹھائے اُس وقت کیا صورت ہو گی؟" بھیشم نے عہد کیا "میں بال برہمچاری رہوں گا تاکہ اولاد کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہی ہمیشہ کے لئے جاتا رہے"۔ اس عہد کے بعد سیتہ وتی راجہ شنتنو کے محل میں داخل ہوئی۔

بھیشم پتامہ نے اپنے عہد کو پورا کر دکھایا۔ ایک موقع پر پرشرام جی نے جو ان کے گورو تھے اُنھیں شادی کیلئے بہت زیادہ مجبور کرنا چاہا مگر اصول کے معاملہ میں راضی نامہ

لگانا اُنھوں پسند نہیں کیا اور گورو کی بات بھی ٹال دی۔

---

(۴)

ارشاد ہوا جب پانڈو پاٹھ شالا میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجے گئے تو ایک روز گورو جی نے سبق پڑھایا "ہمیشہ سچ بولو" اور لڑکے دوسرے روز اپنا سبق سُنا کر نیا نیا سبق لینے اور پڑھنے لگے مگر یدھشٹر نے گورو جی سے عرض کیا "بھگوان! مجھے کل کا سبق یاد نہیں ہوا اس لئے میں دوسرا سبق نہیں لے سکتا" لوگوں نے اُنھیں کودن اور غبی سمجھا۔ چند روز بعد پھر نیا سبق پڑھانا چاہا مگر یدھشٹر کا وہی جواب موجود تھا۔ گورو نے محبت کے ساتھ پوچھا "بیٹے! بات کیا ہے تو تو سب شاگردوں میں تیز اور ہوشیار رہے پھر سبق کیوں نہیں یاد ہوتا" یدھشٹر نے ہاتھ باندھکر جواب دیا "مہاراج! آپ نے سبق پڑھایا "ہمیشہ سچ بولو"۔ جب تک میں سچ بولنے کی کافی مشاقی نہ کرلوں گا تب تک دوسرا سبق نہ لوں گا۔ یہ میری پرتگیا ہے اور میں اُسے زندگی بھر نباہوں گا" گورو نے خوشی سے اُن کی پیٹھ ٹھونک کر

شاباشی دی اور اشیرباد دیا۔ "بیٹے! تو ہی میرا ایک سچّا شاگرد نکلے گا اور ایشور تیری اس پرتگیّا کو پوری کریگا۔" صرف اسی ایک بات پر کاربند ہونے کی وجہ سے یدھشٹر دھرم راج کے نام سے آج تک مشہور ہیں۔

....

(۵)

ارشاد ہوا رانا پرتاپ اور اکبر بادشاہ کی لڑائیوں سے تواریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں جس کا جی چاہے اُن کا مطالعہ کرکے اپنی واقفیت کو وسعت دے اس موقع پر مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ جس دلیری اور جوانمردی سے رانا پرتاپ نے شہنشاہ اکبر کا مقابلہ کیا اُس کی نظیر دُنیا کی تواریخ میں بمشکل کہیں نظر آئے گی۔ اکبر خود رانا پرتاپ کی شُجاعت اور جنگجوئی کا دل سے قایل تھا وہ صرف اُسے مطیع کرکے اپنی سلطنت کو استحکام دینا چاہتا تھا مگر رانا کو ماتحتی قبول کرنے سے عار تھا۔ رانا نے عہد کیا تھا کہ جب تک دشمنوں سے اپنے ملک کو خالی نہ کرلوں گا نہ ملایم بستر پر آرام کروں گا نہ محل میں سکونت اختیار کروں گا اور نہ طلائی اور نقرئی ظروف میں کھانا کھاؤنگا رانا نے ساری زندگی لڑائی میں صرف کردی۔ اور عہد پر

قایم رہا یہ بھی پرتگیا پالن کی ایک عجیب و غریب نظیر ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے:-

"لڑتے لڑتے مر گئے لیکن نہ چھوڑا آن کو
آکے دیکھو دوستو اس راجپوتی شان کو"

....

(۶)

ارشاد ہوا راجہ بل نے تین قدم زمین دینے کا وعدہ باون جی کے ساتھ کیا۔ اُنھیں باون جی کی اصلیت کی خبر نہیں تھی شُکراچارج جی جو راجہ بل کے گورو تھے سب کچھ اپنے انوبھو سے سمجھ گئے اُنھوں نے راجہ بل کو اس دان دینے سے باز رکھنا چاہا بہت کچھ سمجھایا بوجھایا مگر پتھر کو جونک نہیں لگتی وہ اپنے عہد پر قایم رہے۔ نتیجہ جو ہوا وہ ہم آپ سب جانتے ہیں۔ راجہ بل نے تیسرے قدم کے عوض اپنے جسم کو پیش کیا۔ اور آخر میں پاتال دیش کو کھینچ دیئے گئے۔ راجہ بل شُکراچارج کے اشارہ پر سب کچھ سمجھ گئے تھے مگر قول سے پھرنا شرافت اور انسانیت سے بعید تھا۔

....

(۷)

ارشاد ہوا راجہ دشرتھ نے کیکئی کو منہ مانگی مراد دینے کے لئے پرتگیا کی تھی۔ رام چندر کی عین تاجپوشی کے وقت کیکئی نے اس عہد کی یاد دہانی کرائی۔ دشرتھ عہد پورا کرنے کے لئے تیار تھے مگر کیکئی نے جو بردان مانگا اُس نے دشرتھ کو زندہ در گور کردیا ہوش حواس جاتے رہے خرمن اُمید پر بجلی گر پڑی۔ رام چندر جی باپ کے عہد کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو گئے راجہ دشرتھ کے سامنے آئے اور بن جانے کی اجازت مانگی۔ راجہ دشرتھ اگر چاہتے تو رام چندر جی کو بن جانے سے روک سکتے تھے مگر اپنے قول و قرار کی وجہ سے زبان تک نہیں کھول سکے۔ بنا بنایا گھر ویران اور تباہ ہو گیا مگر اپنے قول سے نہ پھرے وہ کب چاہتے تھے کہ نازو نعمت کے پروردہ بچے جنگل کے مصائب برداشت کریں اور بے سرو سامان و خانماں برباد ہو کر مارے مارے پھریں! مر گئے مگر اپنی پرتگیا کو پوری کر گئے سچ ہے:۔

"رگھوکل ریت سدا چلی ائی
پران جائے پرو[1] بچن نہ جائی"

[1] بلکہ

. . . .

گیارھواں اجلاس

عملی زندگی

(۱)

ارشاد ہوا اسٹیج کی دُھواں دھار فصیح اور بلیغ تقریروں کا اثر عوام پر اسقدر نہیں ہوتا جس قدر کہ ایک سیدھی سادی عملی زندگی لوگوں پہ اثر انداز ہوتی ہے۔ مثالیہ زندگی بمقابلہ اُصول کے بہتر اور مفید تر ثابت ہوتی ہے۔ یہ مسلّمہ اور مصدّقہ بات ہے۔ جو لوگ دوسروں کو سچ بولنے کا وعظ سُناتے رہتے ہیں مگر خود اُس کے عامل نہیں ہیں اُن کی باتیں سامعین کے دلوں پر اثر نہیں کرتیں بلکہ وہ ایک کان سے داخل ہو کر دوسرے کان سے فوراً نکل جاتی ہیں۔ مگر جو شخص کمائی کی ہوئی بات کہیگا وہ لوگوں کے دلوں پر نقش کالحجر ہو جائے گی اور باوجود کوشش کے بھی لوگ اُسے اپنے ذہن سے خارج نہ کر سکیں گے

عالم اور عامل میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ چراغ سے روشنی ضرور ملتی ہے مگر روشنی وہی چراغ دے سکیگا جو خود روشن ہے جو خود ہی روشن نہیں ہے اُس سے روشنی کی اُمید رکھنا سخت غلطی ہے۔

....

(۲)

ارشاد ہوا ایک عورت کا لڑکا گُڑ بہت کھایا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ دایم المریض بنا رہتا تھا۔ وہ سیدھی سادی عورت لڑکے کو سوامی رام کرشن جی پرم ہنس کے پاس لائی اور عرض کرنے لگی "مہاراج! اس لڑکے کو سمجھا دیجئے کہ گُڑ کھانا چھوڑے اسی عادت کی وجہ سے یہ مریض بنا رہتا ہے اور روز بروز دُبلا پتلا ہوتا چلا جاتا ہے"۔ سوامی جی نے عورت کو تاکید کی کہ وہ لڑکے کو دوسرے روز لائے۔ حسب ارشاد وہ دوسرے روز لڑکے کو لے کر پہونچی۔ سوامی جی نے فرمایا "بیٹے! گُڑ کھانا چھوڑ دے یہ مرض کی جڑ ہے۔ پھر تو خوب تندرست ہو جائے گا"۔ لڑکے نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ بیچاری عورت نے حیران ہو کر سوامی جی سے پوچھا "مہاراج!

جب اتنی ہی بات کہنی تھی تو آپ کل ہی کہہ سکتے تھے مجھ بڑھیا کو ناحق آپ نے تین کوس آنے جانے کی تکلیف دی" سوامی جی نے ہنسکر کہا "مائی! کل میں نے خود گڑ کھایا تھا اس لئے میری نصیحت اُس کے دِل پر ہرگز اثر نہیں کرتی۔ اسی لئے میں نے تجھے آج آنے کی تکلیف دی" یہ بڑھیا گو نہایت سیدھی سادی عورت تھی مگر سچائی اُس کے ذہن نشین ہوگئی اور وہ سوامی جی کا شکریہ ادا کر کے گھر واپس آگئی۔ لڑکے نے قطعی گڑ کھانا چھوڑ دیا۔

.......∴.......

(۳۱)

ارشاد ہوا بدھ دھرم میں شامل ہونے کے پیشتر اشوک اور قسم کی مخلوق تھا دن رات سیر و شکار اور عیش و عشرت میں تفریح تلاش کیا کرتا تھا۔ ایک بار جنگل میں اُس نے ہرن کا شکار کیا۔ وہ زخمی ہو کر تڑپنے لگا۔ بدھ بھکشو اُدھر سے گذرا اُس نے اُسے گود میں اُٹھا لیا اور وہار کی جانب جانے لگا۔ اشوک نے اُسے للکارا بھکشو نے راجہ سے وہار میں چلنے کی استدعا کی۔ وہاں جا کر اُس کی آنکھ کھل گئی۔ وہار کیا تھا ایک خالص

قصبہ تھا۔ کہیں زخمی اور مریض جانوروں کا علاج ہو رہا تھا۔ کہیں بھکشو لوگ مریضوں کی تیمارداری میں مصروف تھے۔ کہیں لڑکوں کو ست دھرم کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ کہیں دو فریقوں کے مقدمے فیصل کئے جا رہے تھے۔ بھکشو نے زخم رسیدہ ہرن کی مرہم پٹی کر کے چھوڑ دیا۔ وہ اسی بھکشو کے پاس بخوبی سے لیٹ رہا۔ اس بھکشو کی عملی زندگی نے اشوک کے دل پر وہ اثر کیا جس کا امکان اور کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے ہی روز اُس نے بدھ دھرم اور سنگھ کی شرن لی اور اُس کی زندگی میں زمین آسمان کی تبدیلی آگئی۔ یہ صرف عملی زندگی کی برکت کا نتیجہ ہے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا ایک راجہ نے سُن رکھا تھا کہ شریمد بھاگوت کا سپتاہ سُننے سے انسان مُکت ہو جاتا ہے اُس نے لایق پنڈت تلاش کر کے سپتاہ سُننا شروع کیا۔ سپتاہ ختم ہو جانے پر دھوم دھام سے یگیہ اور ہون کیا گیا۔ غریبوں اور محتاجوں کو دان دکشنا سے خوش کیا گیا۔ براہمنوں کو بھوجن کے بعد معقول دکشنا دی گئی۔

سب کچھ ہوا مگر راجہ کے دل میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔ اُس نے پنڈت سے دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا "آپ نے یکسوئی یکرخی اور توجہ کے ساتھ سپتاہ نہیں سُنی نتیجہ حسب دلخواہ نہیں ہوا" راجہ نے پھر سپتاہ سُننا شروع کیا اس دفعہ وہ نہایت یک دلی اور توجہ کے ساتھ کتھا سُنتا رہا ہون اور برہم بھوج میں بہ نسبت پہلے کے کثیر رقم صرف کیگئی یہ سب کام راجہ نے نہایت شردھا اور وشواس کے ساتھ کیا تھا سپتاہ ختم اور راجہ کی حالت بدستور! اُس نے پنڈت کو بلا کر حکم دیا "میں نے دو دفعہ سپتاہ سُنی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اس کا اصلی سبب بیان کرو۔ ورنہ تین روز بعد پھانسی دیجائے گی" پنڈت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ گھر آکر بستر پر لیٹ رہا اور نہایت اضطراب کے ساتھ موت کے دن شمار کرنے لگا۔

لڑکی نے یہ حالت دیکھی باپ سے بولی "راجہ سے کہو اس کا جواب میں دوں گی مگر آبادی سے دور اور جنگل میں"۔ پنڈت نے لڑکی کا پیغام پہونچایا۔ پنڈت لڑکی اور راجہ جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ لڑکی نے دونوں کو درختوں سے کس کر باندھ دیا اور اُن پر باری باری سے کوڑے برسانے لگی۔ راجہ نے پوچھا۔

دیوی! کیا کرتی ہے؟" اُس نے کہا "پنڈت سے کہہ کہ وہ تجھے رہا کر دے" راجہ نے زبان کھولی "وہ تو آپ بندھا ہوا ہے وہ کس طرح مجھے نجات دے سکتا ہے؟" لڑکی نے کہا "یہی تو راز ہے جو تیری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جو خود بندھا ہوا ہے وہ دوسرے کو کیا نجات دے گا" دونوں نے اس کی ذہانت کی تعریف کی اور لڑکی کی زیر ہدایت بنارس میں آ کر کبیر صاحب کے ششیہ ہو گئے۔

....

(۵)

ارشاد ہوا بدھ بھگوان دورہ پر تھے۔ دوپہر کے وقت آم کے باغ میں مقیم ہوئے اُن کا آخری وقت آ پہونچا تھا۔ ملا قوم کے لوگوں نے سُنا کہ بدھ بھگوان تشریف لا رہے ہیں درشن کے لئے حاضر ہوئے۔ بدھ بھگوان کے کوچ کا وقت آ گیا تھا۔ پھر بھی فرمانے لگے۔ "بدھ کا درشن کر لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بدھ کے اُپدیش پر کاربند ہو کر عملی زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہے۔ غذا کے دیکھنے ہی سے بھوک رفع نہیں ہوتی آسودگی تو اُس وقت ہوگی جب سے کھایا جائے۔ جنھوں نے میرے درشن کئے اور میرے اُپدیش کو سُنا مگر عملی زندگی

نہیں بنائی اُن کے لئے درشن کا کرنا اور اُپدیش کا سُننا نہ سُننا برابر ہی ہے۔ جس نے نہ کبھی میرا درشن کیا اور نہ اُسے اُپدیش ہی سُننے کا موقع ملا مگر وہ میری ہدایت اور نفس مراد کو سمجھ کر عملی زندگی بسر کر رہا ہے اُسے سچے معنی میں بُدھ کا درشن مل گیا جو میری ہدایت کے موافق عملی زندگی بسر کرتا ہے وہ مجھ سے قریب ہے اور جو میرے ساتھ رہ کر بھی میرے اُپدیش پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے لاکھوں کوس دور ہے۔"

یہ بھگوان بُدھ کا اُپدیش ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

....

(۶)

ارشاد ہوا۔ والدین بچّوں کو عام طور پر نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ علی الصباح اُٹھو۔ صفائی سے رہو۔ بڑوں کی عزت کرنا سیکھو۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرو وغیرہ وغیرہ مگر لڑکے اُن کی خواہش کے موافق کام نہیں کرتے والدین ناراض ہوتے ہیں تشدد کرتے ہیں لیکن نتیجہ بے سود! کیا اس کے سبب پر غور کیا گیا؟ کبھی نہیں! بات یہ ہے کہ لڑکوں کو نصیحت سُنانے کیلئے

صرف تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ والدین خود اُن نصیحتوں سے عامل نہیں ہوتے صرف بچوں کو لکچر سُنا دیتے ہیں اگر والدین علی الصباح اُٹھیں۔ صفائی کا خیال مدنظر رکھیں خود بڑوں اور بزرگوں کی عزت کریں۔ سب کے ساتھ محبت اور اُلفت کا برتاؤ کریں تو اُن کی عملی زندگی بچوں پر اثر انداز ہو مگر یہاں تو وہی مسل ہے۔

ع۔ خودرا فضیحت دیگراں نصیحت

ایسی حالت میں خاطر خواہ نتیجہ کس طرح ہو سکتا ہے!

....

(۷)

ارشاد ہوا جو بات بیوہار کے متعلق کہی جاتی ہے وہی بات پرمارتھ کے متعلق بھی سمجھنی چاہئے۔ لوگ دنیاوی عزت اور طمطراق کے دیکھ کر کسی نہ کسی مٹھ کے شاگرد ہو جاتے ہیں کان پھونکوا لیا اور قصہ ختم! گورو جی تعلیم دیتے ہیں "بیٹے! من بچن اور کرم سے کسی کی دلازاری نہ کرو۔ پاکانہ زندگی بسر کرو۔ نفس ہستی پر غالب آؤ اور مالک پر وشواس رکھو وغیرہ وغیرہ" مگر چیلے نے دائیں کان سے اُپدیش سُنا اور بائیں کان سے نکال دیا۔ اس کے سوا بچارہ کرتا ہی کیا! نہ گورو جی

کی نصیحت نے اُس کے دل میں جگہ پکڑی اور نہ اُس کی زندگی عملی بنی غور کیجیے! قصور اور نقص کہاں ہے؟ سچی سچی بات یہ ہے کہ گوروجی اپنی نصیحتوں پر خود عامل نہیں ہیں نہ من بچن اور کرم سے دلآزاری کرنے سے باز آتے نہ پاکانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور نہ نفس پرستی کے پنجہ سے نجات ملی۔ انھیں خود مالک کی ذات پر وشواس بھی نہیں ہے پھر چیلے کی کیا خطا ہے! جیسا گورو ویسا ہی چیلا! یہ بنی بنائی بات ہے اگر اُن کی زندگی عملی ہوتی تو چیلے پر رنگ کیسے نہیں چڑھتا! جب خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے تو گورو کے زندہ وجود کو دیکھ کر چیلے کی زندگی کیوں نہیں تبدیل ہوگی۔

....

(۸)

ارشاد ہوا کبیر صاحب نانک صاحب بدھ بھگوان اور مہابیر سوامی کے دھرم کا پرچار جور و ظلم - زبردستی خواہ تلوار کے زور سے نہیں ہوا نہ اُنھوں نے موجودہ طریق کی لکچر بازی سے کام لیا اُن کی پاک زندگیاں عملی تھیں، وہ اپنے دھرم اُپدیش اور اُصول کی مجسم

صورت تھے اُن کی عملی زندگی نے اُنھیں شمع طریقت بنا دیا تھا اور سچے ادھکاری جیو پروانہ کی طرح چاروں طرف سے آآکر گرنے لگے اور نثار ہونے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُن کے مقلدوں کی تعداد بے شمار ہو گئی۔ آج بھی ان بزرگوں کے دھرم کے جھنڈے کے نیچے ہزاروں اور لاکھوں کو روحانی تشفی مل رہی ہے اور ملتی رہے گی۔

......٭......

(۹)

ارشاد ہوا جو دولتمند ہے وہی دھن دولت دوسروں کو دے سکتا ہے جس کے پاس کپڑے لتے ہیں وہی دوسروں کو پہنا اوڑھا سکتا ہے۔ جس کے پاس کھانے پینے کا سامان ہے وہی دوسروں کی بھوک پیاس رفع کر سکتا ہے جو گیان کی دولت سے مالا مال ہے وہی دوسروں کو گیان کا اُپدیش دے کر گیانی بنا سکتا ہے جس نے یوگ کے تمام مدارج طے کر لئے ہیں وہی یوگ کی تعلیم سے دوسروں کو فیضیاب کر سکتا ہے۔ جو خود علم سے بے بہرہ ہے وہ دوسروں کو کب اور کیسے پڑھا لکھا سکتا ہے! بالکل اسی طرح صرف عملی زندگی ہی

دوسروں پر اثر انداز ہو سکتی ہے جو خود باعمل یا سادھن سمپن نہیں ہے وہ دوسرے کو باعمل اور سادھن سمپن ہرگز ہرگز نہیں بنا سکتا۔ یہ قدرت کا مصدقہ اصول ہے

....

بارھواں اجلاس

انصاف:

(۱)

ارشاد ہوا انصاف دنیا میں عجیب و غریب چیز ہے۔ اس کا خیال ہر باتمیز اور عقیل انسان کو ہونا چاہیئے۔ مجلسی نظام اخلاقی پہلو اور امن و امان قایم رکھنے کے لئے یہ ایک لازمی لابدی عنصر ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اس پر کاربند ہونے کی سخت ضرورت ہے۔ خاص کر سلطنتوں اور حکومتوں کا بنیادی اصول انصاف ہی ہے۔ گورنمنٹ نے عدالتیں اسی اصول پہ قایم کی ہیں۔ کلکٹر مجسٹریٹ۔ جج جسٹس عدالت العالیہ ہائی کورٹ

حتیٰ کہ پریوی کونسل تک کا وجود صرف اسی غرض سے ہے کہ انصاف کا خون اور کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اگر ایک عدالت کے فیصلہ سے کسی شخص کی تشفی اور تسلی نہیں ہوتی تو وہ عدالت اپیل سے چارہ جوئی کرے۔ انصاف ترازو کے دونوں پلّوں کو برابر رکھتا ہے۔ انصاف کی نظر میں امیر و غریب۔ زبردست و زیردست۔ مفلس اور صاحب مقدرت بادشاہ اور فقیر سب کی ایک حیثیت ہے جہاں سختی کے ساتھ انصاف کا اصول برتا جاتا ہے وہاں اُن کے درمیان تمیزی خط نہیں کھینچا جا سکتا۔ انصاف کے آگے ہفت اقلیم کے بادشاہ تک کو سر جھکانا پڑتا ہے ذیل کے ارشادات اس اصول پر کافی روشنی ڈالنے کا اہتمام کریں گے۔ یہ واقعات فرضی نہیں بلکہ تواریخی اور واقعاتی ہیں جن کی صداقت کی تصدیق ہر شخص بطور خود کر سکتا ہے اُسے اختیار ہے۔

. . . .

(۲)

ارشاد ہوا اشوپال مہاراجہ اشوک کا وزیر عدالت تھا اس کے عدل و انصاف کا شہرہ بہت دور دور تک مشہور تھا۔ ایک بار ایک سنتری رات کو پہرہ دیتے وقت

قتل کیا گیا۔ اشوک نے حکم دیا۔" اگر تین روز کے اندر قاتل کا پتہ نہ لگا تو وزیر عدالت کو پھانسی دی جائے گی"

ایک روز دو روز تین روز ختم ہو گئے وزیر واردات کے موقع پر پہونچا اور فکر و تردد میں ٹہلنے لگا۔ ایک ضعیفہ نے اُسے اندر مکان کے بلا کر سارا واقعہ کہہ سُنایا۔" اس مکان میں پہلے ایک بد چلن عورت رہتی تھی وہ مکان چھوڑ کر چلی گئی......... نے دروازہ توڑنا چاہا۔ سنتری نے روکا اور نتیجہ کشت و خون ہوا" یہ اطمینان کے ساتھ واپس آکر سو رہا۔ دوسرے روز علی الصباح راجہ نے بلا کر کہا" میعاد مقررہ گذر گئی۔ آج دوپہر کو تمھیں پھانسی دیجائے گی"۔ وزیر نے عرض کیا" مجھے قاتل کا پتہ لگ گیا دس بجے سماعت مقدمہ شروع ہو گی"۔

وزیر عدالت کی مسند پر بیٹھا ہوا ہے۔ سپاہی حکمنامہ لے کر راج محل میں پہونچے۔ تحریر تھا" تم پر رعیت کے قتل کا جرم عاید کیا گیا ہے۔ حاضر عدالت ہو کر صفائی پیش کرو"۔ اشوک جل بھن کر کباب ہو گیا غصہ سے آنکھیں سُرخ ہو گئیں مگر حکمنامہ پر دستخط کرنے کے بعد حاضر عدالت ہوا۔ وزیر نے اشارہ سے تعظیم کی ایک شور محشر بر پا تھا لوگوں کے ہاتھ تلواروں کے قبضوں پر چلے گئے

وزیر نے حکم دیا:" اگر کوئی شخص عدالت میں بے ادبی یا گستاخی کرے گا تو توہین عدالت کے جرم میں سزا دیجائیگی"۔
وزیر نے اشوک کو مخاطب کرکے کہا:" تم پر سرکاری اہلکار کے قتل کا جرم عاید کیا گیا ہے صفائی پیش کرو"۔
اشوک:" میری نیت سنتری کو قتل کرنے کی نہیں تھی میں نے صرف ڈرانے کے لئے وار کیا مگر اتفاقاً زخم کاری لگا اور وہ مر گیا"۔
وزیر:" تم کو جرم سے اقرار ہے اس لئے پھانسی کی سزا تجویز کی جاتی ہے"۔
سب کے سب غصہ میں آکر بدزبانیاں کرنے لگے مگر اشوک نے سب کو خاموش کیا۔
وزیر:" راجہ کو شاستروں نے پاک اور مقدس کہا ہے۔ اس لئے اُسے ایشور ہی سزا دے سکتا ہے ہاں راجہ کی مورتی جو بیسن کی تیار کرائی گئی ہے اُس کے ہاتھ پاؤں میں سونے کی بیڑی اور ہتکڑی ڈال کر موقع پر لیجاؤ اور اسی جگہ پھانسی پر لٹکا دو۔ تین روز تک مورتی لٹکتی رہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو"۔
ایسا ہی کیا گیا۔ سب اُس کی عقل کی تعریف کرنے لگے۔ بعد برخاست اجلاس وزیر نے راجہ کے پاس جاکر

استعفا پیش کیا مگر راجہ نے نہایت خوشی کے ساتھ کہا۔ "شیشو پال! مجھے تمھارے ہی جیسے انصاف پسند وزیر کی ضرورت ہے میں تا زیست تمھیں الگ نہیں کر سکتا"

یہ انصاف کی عجیب وغریب نظیر ہے جو اپنے طور پر بالکل بے نظیر ہے۔

....

(۳)

ارشاد ہوا نوشیرواں اپنے عدل وانصاف کی وجہ سے نوشیرواں عادل کے نام سے مشہور ہے اس کے قصر شاہی کے پاس ایک غریب بوڑھیا کی کوٹھڑی تھی جسے وہ کسی طرح بھی دینے پر راضی نہ ہوتی تھی۔ اس کی کوٹھڑی میں کھانے پکانے سے شاہی حجرہ میں دھواں جاتا تھا اور بڑھیا کی زمین نہ ملنے کی وجہ سے شاہی عمارت میں کجی کا بھی نقص تھا۔ حکام نے زبردستی زمین لینے کی نیت کی مگر نوشیرواں نے انھیں اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھا وہ کہا کرتا تھا "میں کسی حالت میں اپنے غریب ہمسایہ کی دلآزاری کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا" اور یہی وجہ ہے کہ آج تک اس کا نام انصاف پسند بادشاہوں کے زمرہ میں داخل ہے اور وہ نوشیرواں عادل کے نام سے اب تک مشہور ہے

جب تک دُنیا میں تواریخ کی ہستی رہے گی اس کا نام آفتاب و ماہتاب کی طرح صفحہ ہستی پر قایم رہے گا۔

......٭......

(۴)

ارشاد ہوا راجہ وکرمادتیہ کو گذرے دو ہزار سال کے قریب ہو گئے مگر اُن کا نام صرف انصاف پسندی اور حق پسندی کی وجہ سے اب تک نہایت تعظیم اور تکریم کے ساتھ لیا جاتا ہے اُن کے قصّے بے شمار ہیں جو الگ کتابوں میں قلمبند ہیں اُن کا اعادہ کر کے مضمون کو طول دینا منظور نہیں ہے۔ اس کی عدالت میں امیر و غریب بیکس اور صاحب مقدرت سب کی ایک حیثیت تھی۔ ہر شخص کو اصالتاً حاضر ہو کر فریاد کرنے کی آزادی تھی کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا تھا محل کے دروازے پر سونے کی زنجیر سے گھنٹہ لٹکتا تھا فریادی زنجیر ہلا دیتا تھا اور گھنٹہ کی آواز سُنکر راجہ نالشی کو فوراً طلب کرتا تھا۔ مقدمات کی تفتیش کا بار اپنے سر پر لیتا تھا اور بعد تحقیقات کامل فیصلہ سُناتا تھا۔ اور اُس کے فیصلے سے دونوں فریق خوش ہو جاتے تھے۔

......٭......

(۵)

ارشاد ہوا کنگ ہی چین کا مشہور و معروف بادشاہ گذرا ہے اُس کے عدل و انصاف کے بے شمار قصے اب بھی چین میں زبان زد ہر خاص و عام ہیں ایک بار وہ شکار کھیلنے گیا تھا۔ جنگل میں اسے ایک ضعیف شخص ملا جو خودکشی پر آمادہ تھا۔ بادشاہ کے دریافت کرنے پر اُس نے افسروں کے ظلم کی داستان کہہ سنائی بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اُس نے اپنے آپ کو بادشاہ ہونا ظاہر نہیں کیا مگر بوڑھے کو یقین دلایا کہ وہ اس کے معاملہ کا انصاف ضرور کرا دے گا۔ بوڑھا نا اُمید ہو چکا تھا۔ مگر بادشاہ نے زبردستی اُسے گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھایا اور شاہی محل کی جانب روانہ ہوا محل کے سامنے پہونچنے پر لوگ شاہی آداب بجا لائے بوڑھا سمجھ گیا کہ بادشاہ یہی ہے خوف سے کانپنے لگا۔ بادشاہ نے فوراً افسر محل کو طلب کیا اور لعنت ملامت کے بعد فوراً جلاد کے سپرد کیا تاکہ ظالم کا خاتمہ کر دیا جائے بادشاہ نے کہا "قابل تعظیم بزرگ! تمھاری ضبط شدہ جائداد مع بال بچوں واپس دی جاتی ہے۔ آج سے تم اس محل کے افسر مقرر کئے جاتے ہو مگر انصاف اور

حق رسی کا خیال رکھنا۔ دیکھتے دیکھتے خانماں برباد بوڑھا افسر محل کے عہدہ پر ممتاز ہو گیا اور بہت دنوں تک شاہی خدمات انجام دیتا رہا۔

.........٭.........

(۶)

ارشاد ہوا انگلینڈ میں جسٹس گیس کا بین انصافی کے لئے مشہور تھا۔ ایک روز شاہزادہ نے کسی شخص کو خوب زدو کوب کیا۔ غریب نے تنگ آکر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا لایق جج نے شاہزادہ کو طلب کیا اور بعد تحقیقات معقول سزا دی۔ لوگوں نے خبر بادشاہ کے کانوں تک پہونچائی۔ وہ نہایت خوشی سے کہنے لگا۔ "مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میری سلطنت میں ایک ایسا منصف مزاج حاکم ہے جو انصاف کے معاملہ میں شاہزادہ اور ایک غریب بیکس کو ایک نظر سے دیکھتا ہے اور اس سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس بات کی ہے کہ شاہزادہ نے خاموشی کے ساتھ عدالت کے حکم کی تعظیم اور تعمیل کی۔"

سچ ہے جہاں انصاف کا خیال رہتا ہے وہاں یہی کیفیت رہتی ہے ورنہ زبردست زیر دست کو پامال ہی کر ڈالتے ہیں۔

(۷)

ارشاد ہوا۔ تھوڑے دنوں کا تذکرہ ہے بنارس میں ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب[1] رہتے تھے جو اپنی با اصولی حق پسندی اور انصاف کے لئے نہایت مشہور تھے۔ ایک بار اُن کی بیوی نے طیش میں آکر اپنی ملازمہ کو مار دیا۔ کچہری سے واپس آنے پر ڈپٹی صاحب کو حالات معلوم ہوئے ملازمہ سے دریافت کیا۔ بات سچی تھی۔ اُسے حکم دیا۔ "کل حاضر عدالت ہو کر استغاثہ پیش کرو تاکہ ملزمہ کی سزا کی جائے"۔ ملازمہ معذرت کرنے لگی لوگوں نے بھی ڈپٹی صاحب کو بہت سمجھایا مگر وہ سخت ضدی مشہور تھے انصاف کے معاملہ میں کسی کی بھی نہیں سنتے تھے۔ آخر کار اُنھوں نے ملازمہ کو دھمکایا "اگر تو نالش نہ کرے گی تو تجھ پر جھوٹی تہمت لگانے کا مقدمہ قایم کر کے سزا دوں گا"۔ مجبور ہو کر ملازمہ نے استغاثہ پیش کیا۔ ڈپٹی صاحب نے ملزمہ کو اصالتاً حاضر عدالت ہونے کا حکم دیا۔ عدالت میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ سماعت کے روز اُن کی بیوی حاضر اجلاس ہوئی۔ آپ نے فرمایا "شریف گھروں کی عورتوں کا یہ شیوہ نہیں ہو تاکہ وہ کسی پر ہاتھ اُٹھائیں اس جرم کیلئے بتیس روپیہ جرمانہ کیا جاتا ہے جس میں سے نصف مستغیثہ کو دیا جائے"

[1] ڈپٹی صاحب کا نام قصداً نظر انداز کیا گیا ہے۔ ایڈیٹر

اور بقیہ نصف داخل خزانہ سرکار ہو"
کیا اب انصاف کی یہ حالت کہیں نظر آتی ہے؟

............:............

(۸)

ارشاد ہوا ڈپٹی صاحب موصوف بہت نیکنام حاکم تھے۔ اعلیٰ حکّام میں آپ کی خاص عزّت تھی پنشن لینے کے بعد آپکے لڑکے کو تحصیلداری کی جگہ مل گئی۔ لڑکے نے باپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ساری تنخواہ ڈپٹی صاحب کے پاس بھیجنا شروع کیا۔ ڈپٹی صاحب نے چند بار فہمایش کی "جب تو ساری تنخواہ میرے پاس بھیجدیتا ہے تو یقیناً رشوت لیتا ہوگا۔ اس حرکت سے باز آ اور اپنے آپ کو ناخلف اولاد نہ ثابت کر" مگر صاحبزادے نے ساری تنخواہ نذر کرنے ہی میں باپ کی خوشنودی سمجھ رکھی تھی۔ چار ماہ تک ڈپٹی صاحب اسی طرح سمجھاتے بوجھاتے رہے مگر جب اُن کی فہمایش کا اثر نہ ہوا وہ صاحب کلکٹر کے پاس پہونچے اور سارا واقعہ من وعن کہہ سنایا۔ اور لڑکے پر رشوت ستانی کا مقدمہ چلانے کی درخواست۔ صاحب نے فرمایا "ڈپٹی صاحب! میں آپکے مزاج سے واقف ہوں۔ لڑکے کو سمجھا دیتا ہوں اب وہ آئندہ

آپ کی ناراضگی کا باعث نہ ہوگا۔ صاحب کلکٹر نے لڑکے کو سمجھا دیا اور اُس نے آئندہ با اصول زندگی بسر کرنے کا وعدہ بھی کیا مگر ڈپٹی صاحب کی ضد سے خدا کی پناہ! آپ نے کلکٹر صاحب سے صاف صاف کہدیا۔ اگر آپ درگذر کر رہے ہیں تو میں خود مستغیث بن کر رشوت ستانی کا مقدمہ چلاؤں گا۔ صاحب نے مجبور ہو کر تحصیلدار کو سمجھایا۔ تمھارا باپ سخت ضدی ہے میرا بھی کہنا نہیں مانتا۔ بہتر ہے استعفا داخل کرو ورنہ خیریت نظر نہیں آتی۔ جب استعفا داخل ہو گیا تب آپ گھر واپس آئے۔

تیرہواں اجلاس

ذات پات

(۱)

ارشاد ہوا غور سے سنو! کیا خوبصورت کلام ہے:-

"جات پانت پوچھے نہیں کوئی
ہری کو بھجے سو ہری کا ہوئی"

یعنی ذات پانت کا سوال کوئی نہیں کرتا بلکہ جو ایشور کا بھجن اور سمرن کرتا ہے وہ ایشور کا ہو جاتا ہے کہنے کے لئے یہ چوپائی نہایت آسان اور زبان زد ہر خاص و عام ہے مگر واقعی طور پر دیکھا جائے تو نہایت پُر مغز اور معنی خیز کلام ہے۔ اس کی تشریح میں ایک خاص کتاب لکھی جا سکتی ہے مگر کتنے لوگ ہیں جو اس اصول کو دل سے مانتے ہیں یا ماننے کے لئے تیار ہیں۔ سمجھتے سب لوگ ہیں مگر ذات پانت کا غرور بُری طرح سے گلا دبوچے ہوئے ہے۔

.....٭.....

(۲)

ارشاد ہوا مہاراجہ یدھشٹر نے راجسوئے یگیہ کرنے سے پہلے کرشن بھگوان سے پوچھا "مجھے یگیہ کے پورن ہونے کا یقین کیسے آوے گا" آپ نے فرمایا "جس وقت یہ لٹکا ہوا گھنٹہ آواز دے سمجھ لینا کہ یگیہ پورن ہو گیا" یگیہ بڑی دھوم سے رچا گیا۔ بڑے بڑے گیانی دھیانی رشی منی جوگی جتی اور تپسوی مدعو کئے گئے سب لوگ خوش خوش واپس بھی گئے مگر گھنٹہ نے آواز نہ دی۔

یدھشٹر نے پوچھا "بھگوان! کیا ان میں ایک بھی سچا بھگت نہیں تھا جو گھنٹہ نے آواز نہیں دی؟" کرشن جی مسکرائے "میں اپنی زبان کیا کھولوں تم خود سمجھ سکتے ہو۔"

یدھشٹر کے اصرار پر کرشن جی نے کہا۔ "یہاں سے تھوڑی دور پر والمیک سودر رہتا ہے اگر وہ خوشی سے یگیہ میں بھوجن کرے تو گھنٹہ ضرور آواز دے گا۔"

بھیم نکل سہدیو سب باری باری سے اسے بلانے گئے مگر وہ برابر انکار ہی کرتا رہا۔ آخر ارجن گئے۔ نمسکار کر کے بولے "بھگوان کرشن نے یدھشٹر کے یگیہ پوتر کرنے کی پرارتھنا آپ سے کی ہے" والمیک جی ارجن کے ساتھ بلا عذر چلے آئے کھانا پروسا گیا۔ انھوں نے سب سامان ایک میں ملا کر کھایا۔ دروپدی کے دل میں کراہیت پیدا ہوئی گھنٹہ نے آواز نہیں دی۔ یدھشٹر نے کرشن کی جانب نظر کی وہ بولے "قصور دروپدی کا ہے" لوگ راز کو سمجھ گئے دوبارہ کھانا پروسا گیا جیوں ہی شردھا کے ساتھ دروپدی جی پنکھا جھلنے لگیں اور والمیک نے پہلا لقمہ منہ میں ڈالا گھنٹہ نے "ٹن ٹن" آواز دی۔

اس پر مزید حاشیہ چڑھانا میں پسند نہیں کرتا۔ اس واقعہ کو پڑھکر ہر عقیل انسان بطور خود نتیجہ نکال سکتا ہے

کہ سچے بھگت کا درجہ کس قدر افضل برتر اور بزرگ تر ہے یہاں ذات پانت کا سوال بالکل بے معنی اور فضول ہو جاتا ہے۔

۵

(۳)

ارشاد ہوا شبوری کا نام کون نہیں جانتا! یہ ذات کی بھیلنی تھیں بھگتی کا مادہ گھٹی میں پڑا ہوا تھا گھر بار چھوڑ کر متنگ رشی کے آشرم کے پاس رہنے لگیں ایک پہر رات رہے اُٹھتیں راستہ کو صاف کرتیں اور لکڑی کا گٹھا وہاں رکھ کر چپ چاپ اپنے آشرم میں واپس چلی جاتیں رشی اس خدمت سے خوش ہوئے مگر خدمت کرنے والے کا پتہ نہیں۔ ایک روز چیلوں نے اُنھیں رشی کی خدمت میں پیش کیا آپ بولے "مائی! تو بڑی خوش قسمت ہے شام کو کتھا سننے آیا کر۔ تجھے بھگوان رامچندر کا درشن ساکشات ملے گا۔"

اب شبوری جی کتھا میں آنے لگیں رشی کے مرجانے پر چیلوں نے بدسلوکی شروع کی۔ ایک روز تالاب میں اشنان کر رہی تھیں چند نو عمر رشیوں نے دیکھا سختی اور بدسلوکی سے پیش آئے تب اُنھوں نے تالاب کا

جھٹانا بھی ترک کر دیا۔ بھگوان رام چندر کے درشن کی اُمید میں میٹھے میٹھے بیر جمع کرتی جاتی تھیں۔ یہی ان کا روز کا معمول تھا۔ وقت پر بھگوان ادھر آئے اور سب سے پہلے شیوری کے جھونپڑے ہی کو پوتر کیا۔ اُس کے پیش کردہ جوٹھے بیروں کو پریم کے ساتھ کھایا اور اُسے کرتارتھ کر دیا۔ رشیوں نے حاضر ہو کر عرض کیا "مہاراج! یہاں ایک تالاب ہے مگر اُس کا پانی خون اور پیپ کی طرح ہو کر سخت متعفن ہو گیا ہے جس سے بڑی تکلیف ہے" بھگوان بولے "یہ کسی بھگت کے اپمان کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے" لوگوں نے اپنا قصور قبول کیا۔ شیوری کو لے کر بھگوان تالاب پر آئے "بائی! اپنے پوتر چرن کو تالاب میں ڈال دے" حکم کی تعمیل ہوتے ہی پانی میں جوش آیا اور وہ دیکھتے دیکھتے نرمل ہو گیا۔

رام چندر جی کے سامنے ہی وہ زمین پر لیٹ گئیں اور درشن کرتے ہوئے پران تیاگ گئے گدھ سنکار بھی بھگوان نے خود اپنے ہاتھوں سے کیا۔ وشرتھ جی کا واہ کرم بھی بھگوان کے ہاتھوں سے نہیں ہو سکا تھا مگر ایک سچی بھگتی کو وہ فخر حاصل ہوا جو کسی رشی

سنی یوگی یتی اور گیانی دھیانی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔
سبھوری جی اونچی ذات کی عورت نہیں تھیں بلکہ
اچھوت قوم سے تھیں۔ مگر اُن کے انجام پر غور کر کے
خود نتیجہ اخذ کیجئے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا ریداس جی ذات کے چمار تھے مگر اعلیٰ پایہ
کے بزرگ ہوئے ہیں جب اُن کی شہرت کو چار چاند
لگنے لگے براہمنوں نے حسد کی وجہ سے آپ کو ستانا شروع
کیا۔ آپ تبدیل مقام کر کے دوسری جگہ چلے گئے۔
راجہ کے کان تک شکایت پہونچائی گئی۔ راجہ نے طلب
کیا مگر آپ میں اُس وقت خاص قسم کا جلال تھا۔
اُس نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ یہ مالک کے بھگت
ہیں کوئی اُنھیں تکلیف نہ دے جس وقت جھالی رانی
ان کی چیلی ہوئی اُس وقت سخت مخالفت ان کی کیگئی
جھالی رانی کے شوہر کو ایذا رسانی کے لئے ترغیب دیگئی۔
اُس نے پنڈتوں کا مجمع اکٹھا کیا۔ برہمن ذات پات
کی بزرگی پر زور دیتے تھے اور یہ بھگتوں کی کتھائیں
بطور نظیر پیش کر کے زوردار طریق میں اُن کی تردید

کرتے تھے۔ براہمن عاجز آ گئے آخر اُنھوں نے تجویز پیش کی یہ بھگوان کی مورتی سنگھاسن سے اُتر کر جس کے پاس از خود چلی جائے اُسی کا پکش زبردست سمجھنا چاہئے۔ برہمنوں نے گھنٹوں وئید کا پاٹھ کیا مگر نتیجہ کچھ نہ ہوا ریداس جی نے اپنی باری پر پرارتھنا کا شبد گایا۔ پہلے پد کے گاتے ہی مورتی کھسکتی ہوئی ریداس جی کی گود میں چلی آئی۔ لوگ اس بات پر چاہے تمسخر اڑائیں مگر جو لوگ علم مسمریزم سے واقف ہیں وہ اس راز کو خوب سمجھتے ہیں۔ ساری کرامات دلی طاقت کی ہے۔ الغرض ریداس جی کو فتح نصیب ہوئی اور پھر کسی نے باز پرس نہیں کی۔

جھالی رانی کی جان بچی اس خوشی میں اُس نے یگیہ کیا مگر براہمنوں کو پکا ہوا بھوجن کھانے سے انکار تھا۔ خشک سامان لے کر کھانا سب نے اپنے خاص اہتمام سے بنایا مگر جب کھانے بیٹھے تو دو برہمنوں کے بیچ میں ایک ایک ریداس جی نظر آنے لگے کیا کرتے! بہت شرمندہ اور محجوب ہوئے۔ اس روز ہزاروں برہمن آپ کے دائرہ عقیدت میں شامل ہوئے۔

....

سچی بات یہی ہے کہ بھگتی کی مہما اور بزرگی ہے ذات پانت نمائشی چیزیں ہیں جو اُن کی اُلجھن میں پھنسا حقیقت سے نا آشنا رہا۔

....

(۵)

ارشاد ہوا اسی طرح سدن جی ذات کے قصائی تھے مگر بھگتوں میں اُنھیں خاص عزت حاصل ہے گنکا طوایف تھی مگر بھگتی کی بدولت آج اس کا نام بھگتوں کی فہرست میں درج ہے۔ نکھاد قوم کا کیوٹ تھا جسے بھگوان نے اپنے انگ سے لگایا اور اُس کی مہمانداری قبول کی اِن لوگوں کا نام صرف بھگتی کی وجہ سے ہندو مذہب کی کتاب میں آب زر سے لکھا ہوا ہے۔ اور جب تک دُنیا قایم ہے اُن کا نام اسی طرح روشن رہے گا۔

....

(۶)

ارشاد ہوا ویدوں کے ترتیب دہندہ ویاس جی مہاراج ایک کنواری مچھواہن کی پیٹ سے پیدا ہوئے تھے جس کا نام سیتہ وتی تھا۔ بعد میں اُس کی شادی راجہ شنتنو (بھیشم پتامہ کے باپ) سے ہوئی تھی اُسی کی شادی کے لئے

بھیشم نے تا زیست اپنی شادی نہ کرنے کا عہد کیا تھا شریمد بھاگوت بھی ویاس جی کی تصنیف ہے۔ اس سے اُن کی بزرگی علمیت فضیلت اور علم عرفان کی واقفیت اور ماہیت کا بخوبی پتہ لگتا ہے جھواہن کے پیٹ سے تھے تو کیا ہوا اُن کی تصنیف عالموں فاضلوں اور رشیوں مُنیوں یوگیوں اور تپسیوں کے درمیان نہایت باوقعت اور مُستند سمجھی جاتی ہے اس قدر عزت شاید ہی کسی رشی کو نصیب ہوئی ہو گی!

....

(۷)

ارشاد ہوا ہندوؤں کی مشہور و معروف کتاب بھگت مال کے مُصنّف نا بھاجی مہاراج قوم کے چوڑھے تھے مگر حد درجہ کے انوبھوی اور گیانی تھے۔ یہ اپنے گورو کے دربار میں رہ کر ست سنگ کے ستھان میں جھاڑو دینے کا کام کرتے تھے۔ ایک روز یہ اپنا کام حسب معمول انجام دے رہے تھے گوروجی ظاہری طور پر پُوجا میں مصروف تھے مگر اُن کا چت چنچل بنا ہوا تھا۔ نابھاجی نے عرض کیا "مہاراج! آپ بے فکر ہو کر پوجا کیجئے کشتی جو دریا کے بھنور میں پڑ گئی تھی بچ گئی اور آپ کا

چیلا صحیح و سلامت بچ رہا۔ گوروجی ان الفاظ کو سُنتے ہی دوڑ کر نابھاجی سے بغلگیر ہوئے کیونکہ یا تیں بالکل سچ کہی گئی تھیں اس روز سے جھاڑو دینے کا کام بند کرا کر گوروجی اُن سے ست سنگ کی خدمت کا کام لینے لگے۔ یہ بڑے انوبھوی پرش تھے۔ گورو مہاراج سے خواہش ظاہر کی کہ بھگتوں کے چرتر اکٹھا کرنے کا خیال دل میں موجزن ہو رہا ہے گوروجی نے اجازت دی۔ شوق سے اس کام کو انجام دو اور جن بھگتوں کے حالات تمھیں کہیں نہیں ملیں گے۔ اُن کے عکس لطیف کو جو عالم فضا کے پردے پر موجود ہیں دیکھ کر کتاب کو مکمل کرو۔ نابھاجی نے گوروجی کے آشیرباد سے اس کتاب کو تصنیف کر کے اُس کا نام "بھگت مال" رکھا۔ ممکن نہیں کہ اس کتاب کو کوئی پڑھے اور بھگتی کی دولت سے محروم رہ جائے۔ یہ نابھاجی اچھوت ذات کے تھے مگر بھگت مال تصنیف کر کے وہ شاندار کام کر گئے ہیں جس کی بدولت ہزاروں اور لاکھوں آدمی بھگتی بھاؤ کی دولت سے اب تک مالا مال ہوتے جا رہے ہیں اور جب تک زمین و آسمان قایم ہیں یہ سلسلہ برابر لامقطوع طریق پر جاری رہے گا۔ آج صرف اتنا ہی سبق دینا منظور ہے ان سب واقعات پر

غور کرکے ذات پات کے متعلق آپ لوگ خود اپنی رائے قایم کریں مگر وہ رائے آزادانہ اور بے تعصبانہ ہو۔

....

چودہواں جلاس

قسمت

(۱)

ارشاد ہوا۔ قسمت کے کھیل عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ یہاں انسان کی عقل کام نہیں کرتی ہم دیکھتے ہیں کہ لایق سے لایق شخص روٹیوں کا محتاج بنا رہتا ہے اور نالایق سے نالایق شخص قسمت کی بدولت لاکھوں اور کروڑوں کا وارث ہو جاتا ہے۔ بات کیا ہے؟ یہ قسمت کا کھیل ہے۔ قسمت کہتے ہیں تقسیم شدہ شے کو جو شے قدرت سے ہمیں عطا ہوئی ہے اُس کا نام قسمت ہے۔ کمی بیشی کا سوال دوسری بات ہے۔ اس میں پورب جنم کی کمائی شامل رہتی ہے۔

(۲)

ارشاد ہوا گلاب کے درخت میں دو پھول کھلتے ہیں۔ ایک گلدستہ کی شکل میں بادشاہ کو نذر ہوتا ہے اور دوسرا درخت میں لگا ہوا خشک ہو جاتا ہے۔ پتھر کے ٹکڑے دُور دُور سے منگوائے جاتے ہیں بعض پتھروں سے مندر مسجد اور معبد کی تعمیر ہوتی ہے مگر بعض پتھر سنڈاس میں لگائے جاتے ہیں۔ قیمتی کپڑوں کے تھان میں سے کچھ حصے امراء اور رؤسا کے لباس کے کام میں آتے ہیں اور باقی کسی کے کفن کے لئے مستعمل ہوتے ہیں ایک شمع سے قصر شاہی کو روشنی ملتی ہے اور دوسری جو اُسی کارخانہ میں اُسی کے ساتھ ساتھ بنی تھی کسی بیکس غریب کے مزار پر جلائی جاتی ہے۔ ترازو کے دونوں پلے باہم ساتھ ساتھ رہتے ہیں مگر کسی میں وزن کے وقت گھونگھچی رکھی جاتی ہے اور کسی میں نایاب دُرِ شاہوار یا قیمتی ہیرے کے ٹکڑے۔ جو باریک بیں اور صاحب غور و فکر ہیں وہ ان نظاروں سے بے انتہا سبق حاصل کرتے ہیں۔

. . . . ❊ . . . .

(۳)

ارشاد ہوا جو اُصول قسمت جمادات معدنیات اور نباتات

کے معاملہ میں کام کر رہا ہے وہی ہر معاملہ میں اثرانداز
رہتا ہے۔ ایک گھوڑا شاہی اصطبل میں نہایت آرام سے
رکھا جاتا ہے اُس کی خدمت کے لئے دس ملازم رہتے
ہیں تھان کی وہ صفائی کہ بادشاہی خوراک نفیس سے
نفیس دیجاتی ہے اور ایک گھوڑا معمولی سپاہی کی زیر
سواری رہتا ہے جسے رات دن کی دوا دوش کی وجہ سے
کافی آرام لینے کا موقع نہیں ملتا اور کھانے پینے تک کا
مناسب خیال نہیں کیا جاتا ایک بیل وہ بھی ہیں جو
سلسلہ تولید و تناسل کی غرض سے نہایت ناز و نعمت کے
ساتھ پرورش پاتے ہیں اور دوسرے بیچارے دن
رات بار برداری کے کام میں آتے رہتے ہیں [illegible]
ہو جانے پر بھی آرام نصیب نہیں ہوتا اور کافی [illegible]
زندگی میں شاید دو چار روز ملتی ہو تو ملتی [illegible]
یہی کیفیت پرندوں کی بھی ہے وہ بھی چند ہی ہیں [illegible]
شاہی پرندخانہ یا عجائب گھروں میں خاص اہتمام
سے پرورش پاتے ہیں اور انہیں کے بھائی بند
صیادوں کے جال میں پھنسکر اور ذبح ہو کر تڑپ تڑپ کر
جان دیتے ہیں یہ سب صرف قسمت کے کھیل
ہیں۔

....

(۴)

ارشاد ہوا چند سال ہوئے ایک امریکن[لہ] بدھ بھکشو کا گذر عراق میں ہوا وہاں میرے ایک ست سنگی سے اُنھیں انگریزی کتاب (Shabd Yog) شبد یوگ کی ہاتھ آگئی - آدمی سچے اور حقیقت پسند تھے وہاں سے بمبئی ہوتے ہوئے رادھاسوامی دھام میں مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے - صورت شکل نہایت پاکیزہ - چہرہ سے شانتی برستی تھی - اُن کے جذبات کی تعظیم کے خیال سے ست سنگ بھی ایک ہفتہ کے قریب انگریزی زبان میں ہوتا رہا آخر میں وہ بہت خوش ہوئے ایک روز وہ کہنے لگے میرا بڑا بھائی لارڈ بشپ ہے جس کے آگے دنیا کے تاجدار بھی سر جھکاتے ہیں مگر میں بھکشو کی زندگی بسر کرتا ہوں اور روپیہ پیسہ کو ہاتھ تک نہیں لگاتا؟

لہ - آپ کا نام جوانا ٹیکا تھا فرشتہ صورت اور فرشتہ سیرت نوجوان تھے چہرہ بالکل بدھ بھگوان کی تصویر سے مشابہ تھا عراق سے بمبئی تک کسی کپتان کے ساتھ جہاز پر آئے - بمبئی میں ایک شریف شخص سے ملاقات ہوگئی وہ آپ کو اپنے ساتھ الہ آباد اپنے صرفہ سے لایا اور الہ آباد سے یہاں تک کا ٹکٹ اُسی نے دلا دیا تھا - کونٹر روڈ اسٹیشن پر آتے ہی اسٹیشن ماسٹر صاحب نے جو نہایت نیکدل شخص تھے اپنی طرف سے یکہ کرکے اُنھیں رادھاسوامی دھام میں پہونچوا دیا تھا - ایک ہفتہ کے قیام کے بعد [illegible] تشریف لے گئے۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ ایک ماں کے دو بیٹے اور اُن کی حیثیت میں اس قدر تفاوت اور فرق! کیا یہاں قسمت کا نظارہ نظر نہیں آتا!

....

(۵)

ارشاد ہوا نیشاپور میں ایک دولتمند نے ایک غلام خریدا جس کا نام قطب الدین تھا اُس نے اُسے فارسی اور عربی کی تعلیم بھی دلوائی اُس امیر کی وفات کے بعد اُسے ایک سوداگر بچہ نے خرید لیا اور بطور تحفہ شہاب الدین محمد غوری کی خدمت میں نذر کیا۔ قطب الدین کی خدمت اطاعت اور فرمانبرداری سے شہاب الدین بہت خوش رہتا تھا۔ راجہ پرتھوی راج کو شکست دینے کے بعد جب وہ غور میں واپس جانے لگا قطب الدین کو ہندوستان میں اپنا نائب چھوڑ گیا۔ دو سال بعد اُس نے رحلت کی۔ غزنی کے تخت پر محمد غوری نے قبضہ کیا اور قطب الدین کے لئے بادشاہی خلعت اور بادشاہ کا خطاب مُہر بند خریطہ میں روانہ کیا۔ اُس وقت سے قطب الدین ایبک[۱] ہندوستان کا بادشاہ کہلایا۔ اس کے قبل کون کہہ سکتا تھا کہ وہ غلام جو نیشاپور میں چند بار فروخت ہوا اور ایک روز ہندوستان کا جلیل القدر بادشاہ ہوگا۔ یہ قسمت

[۱]: ترکی زبان میں [illegible] جس کے ہاتھ کی کن انگلی یعنی چھوٹی انگلی ٹوٹ گئی ہو قطب الدین کی یہی حالت تھی اسلئے وہ ایبک کہلانے لگ گیا۔ ایڈیٹر

کی یاوری کا نتیجہ ہے۔

....

(۶)

ارشاد ہوا ایک شخص مرزا غیاث نامی بتلاش روزگار ایران سے ہندوستان کی جانب روانہ ہوا قندھار پہونچکر اُس کی بیوی کے بطن سے ایک ماہ پارہ لڑکی پیدا ہوئی۔ اولاد کی محبت جانوروں تک میں ہوتی ہے انسان کا تو ذکر ہی کیا ہے! مگر کمبخت مفلسی کا بُرا ہو۔ مفلوک الحال والدین نے معصوم نوزائندہ دختر کو جنگل میں سڑک کے کنارے ڈالدیا اور اپنی راہ لی۔ ایشور کی مرضی سے ادھر سے ایک قافلہ گذرا اُس نوزائندہ لڑکی کو اُٹھا لیا کچھ دور آگے بڑھنے پر اُس کے والدین ملے اصل حال کا انکشاف ہوا سردار قافلہ نے اُس کی ماں کو بطور دایہ مقرر کر لیا اور مرزا غیاث کو بھی اپنی گروہ میں جگہ دی رفتہ رفتہ اُس کی سفارش سے مرزا غیاث کو اکبری دربار میں ملازمت کا شرف حاصل ہوا اُس کی بیوی لڑکی کے ساتھ محل میں آنے جانے لگی۔ اُس لڑکی کا نام مہر النساء خانم رکھا گیا۔ جہانگیر کی دُزدیدہ نظر اُس پر پڑنے لگی بادشاہ نے مصلحتاً اُس کی شادی شیر افگن خاں سے کر دی مگر جہانگیر نے تخت پر جلوس فرماتے ہی شیر افگن کو قتل کرکے نورجہاں کو

حرم شاہی میں داخل کر کے اپنی دلی آرزو پوری کی۔ بعدۂ اِسے نور جہاں کا خطاب عطا ہوا۔ جو لڑکی لاوارث کی حیثیت ہیں دشت و بیابان میں وبال جان سمجھکر پھینک دیگئی تھی وقت پاکر اُس نے ملکہ ہندوستان کی حیثیت سے عنان سلطنت ہاتھ میں لی جہانگیر نشہ شراب میں مخمور رہا کرتا تھا اور یہی ملکہ بادشاہ کے اہم فرایض انجام دیا کرتی تھی پیدایش کے وقت کی بے بسی اور بے کسی کا خیال کیجئے اور ملکہ ہندوستان کے تزک و احتشام کو دیکھئے۔ یہ قسمت ہے جس نے اس پست حالی سے اُٹھاکر اس بلند مرتبہ تک پہونچا دیا۔ اُس کے تماشے نہایت حیرت انگیز اور تعجب خیز ہوتے ہیں۔

....

(۷)

ارشاد ہوا شاہجہاں بادشاہ کا نام کون نہیں جانتا روضہ تاج محل اُس کی دلی نفاست کی یادگار ہے۔ اُس کی شان و شوکت اور تزک و احتشام کا پتہ صرف اُسی ایک بات سے لگ سکتا ہے کہ اُس نے اپنے بیٹھنے کے لئے مرصع تخت طاؤس سات کروڑ دس لاکھ روپیہ کی لاگت سے بنوایا تھا۔ یہ لاگت اُس زمانہ کے لحاظ سے تھی اس وقت اس کی قیمت کا اندازہ

لگا نا کارے دارد کا مضمون ہے۔ دولت کی یہ حالت تھی کہ تُلادان کے روز جواہرات سے بھر بھر کر پیالے صدقے اُتارے جاتے تھے مگر جب نیر اقبال غروب ہوا اور ادبار کا وقت آگیا خاص اُسی کے فرزند دلبند اورنگ زیب نے اُسے قید کر لیا شہنشاہ ہندوستان کو قید میں جو جو تکالیف ہوئی ہونگی اُن کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ صرف ایک معمولی سی بات لے لیجئے کہ غذا کے لئے صرف ایک غلّہ کی منظوری تھی۔ شاہجہاں کے مرتبہ کو خیال کیجئے اور اس پر غور فرمائیے صرف چنا ملتا تھا اور اُس کا ہوشیار باروچی صرف چنے سے انواع اقسام کے کھانے تیار کر کے نظر بند اور مقید بادشاہ کا دستر خوان چنتا تھا۔ یہ بھی قسمتی سودا ہے کہ ایک وقت تخت طاؤس پر جلوس فرمایا اور آخری عُمر قید میں بسر کرنی پڑی۔ کیسا حیرت ناک واقعہ ہے کہ صرف سننے اور سوچنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور جس کے سر یہ مُصیبت پڑی ہو گی اُس کے دل کا تو کہنا ہی کیا ہے!۔

........-----........

مصروفیت

(۱)

ارشاد ہوا جب میں حضور مہاراج کی خدمت میں دوسری بار حاضر ہوا تھا مجھے ہدایت ہوئی "مصروفیت کی زندگی بسر کرو۔ بیکار کبھی نہ رہو مگر اس بات کا خیال رہے کہ تمھارے کام سے کسی کی دلآزاری نہ ہو۔" میں نے اس اُصول کی سختی سے ساتھ پابندی کی اور ساری زندگی خوش اور کامیاب رہا۔ بیکاری کی زندگی مجھے پسند نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں سب کو مصروفیت کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا رہتا ہوں میں اس بات کو خوب سمجھ گیا ہوں کہ باکار آدمی ایشور کا ساتھی ہے اور بیکار آدمی کے ساتھ شیطان ہر وقت لگا رہتا ہے اور اپنی شیطانیت سے باز نہیں آتا۔

....

(۲)

ارشاد ہوا مصروفیت پسند آدمی کے سامنے لکشمی ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہے مفلسی اُس کے مکان کے اندر داخل ہونے کی جرأت تک نہیں کرتی اور مصروفیت پسندی کی عادت کی بدولت وہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا ہوا چند دنوں میں خوشحال اور مرفع حال ہوجاتا ہے مگر بیکار آدمی دولتمند گھرانے میں بھی پیدا ہوکر مفلسی کا شکار بنا رہتا ہے نہ وہ دولت کو سنبھال سکتا ہے نہ اُس کا جائز استعمال کرسکتا ہے اس کی دولت نہ اُس کے لئے مفید ہوتی ہے اور نہ اوروں کے لئے اس کے لئے دولت کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

....

(۳)

ارشاد ہوا آفتاب عالمتاب کے طلوع ہوتے ہی قدرتی کاروبار شروع ہو جاتے ہیں جو مصروفیت پسند طبیعت رکھتے ہیں وہ علی الصباح اُٹھ کر اپنے کام کاج میں لگ جاتے ہیں۔ پہلا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اُن کی صحت نہایت دُرست رہتی ہے جسم میں چستی اور پُھرتی رہتی ہے۔ بدہضمی سوء ہضمی خواہ سردرد تک کی شکایت نہیں ہوتی

مگر جن کی حالت برعکس ہے اُن کا خدا ہی حافظ ہے آٹھ نو بجے تک چارپائی پر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ چارپائی چھوڑنے میں جان نکلتی ہے سُستی غالب آجاتی ہے۔ فضلات کے ابخرات دماغ پر چڑھکر سر درد اور مختلف قسم کی شکایتوں کے باعث ہوتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حکیموں اور ڈاکٹروں کی بِل ادا کرتے کرتے بدحواس اور پریشان ہو جاتے ہیں۔

۔۔۔۔۔٭۔۔۔۔۔

(۴)

ارشا ہوا۔ صبح کے وقت کام بہت جلد ہوتا ہے سبب یہ ہے کہ طبیعت میں بشاشت شگفتگی اور خاص قسم کی تازگی رہتی ہے دن کے اور کسی وقت یہ حالت نصیب نہیں ہوتی یہی سبب ہے کہ صبح کے تین چار گھنٹے کا کام دن کے دس گھنٹے کے کام سے بھی بہتر خوشتر مُبارک تر اور باعث برکت ہوتا ہے مگر جو لوگ اس راز سے ناواقف ہیں خواہ دیدہ ودانستہ اس سے فائدہ اُٹھاتا نہیں چاہتے ان کا کام اُن کے لئے عذاب جان ہو جاتا ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں اُن کی ہڈی پسلی توڑ دیتا ہے۔ اور انھیں خود اپنی زندگی دوبھر معلوم ہونے لگتی ہے۔

(۵)

ارشاد ہوا مصروفیت پسند آدمی کے دل میں ایشور بستا ہے اُس کا دل پاک صاف اور نیک ہوتا ہے۔ اس کا دل صبر سکون اور قرار سے معمور رہتا ہے۔ مذموم عادتیں قدرتاً اُس سے دُور رہتی ہیں اُسے فرصت کہاں ہے کہ وہ کسی کی حسد اور بغض کی طرف توجہ کرے خواہ دوسروں کے عیوب کو دیکھے اُسے موقع ہی نہیں ملتا کہ وہ اوروں کی غیبت کرے یا سُنے صرف مصروفیت پسندی کی عادت انسان کو ساری بُرائیوں سے بچا سکتی ہے بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں مصروفیت پسندی کے اُصول کا عامل ہو۔

....

(۶)

ارشاد ہوا جب کسی کام میں لگو اُس میں اس قدر محو اور منہمک ہو جاؤ کہ دل کی ساری یکسوئی اور یکرخی اس کام کی جانب مائل رہے۔ پھر وہ کام شاندار ہوگا اور تمہیں ترقی کی شاہراہ پر گام زن ہونے کا موقع بخشے گا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں تم اپنی قابلیت علمیت ذہنیت لیاقت اور تجربات میں غیر معمولی ترقی کا احساس کرنے لگ جاؤ گے۔ مصروفیت پسند شخص کبھی پست حالی میں

نہیں رہ سکتا قدرت اُس کو خود ابھارتی رہتی ہے اُس کا قدم روز بروز بلکہ لمحہ لمحہ ترقی کی جانب بڑھتا جاتا ہے اگر آج وہ ترقی کی نچلی سیڑھی پر ہے تو چند دنوں بعد وہ زینہ کی چوٹی پر نظر آئے گا۔ یہ قدرت کا مُسلّمہ اور مصدّقہ اُصول ہے۔

..........×..........

(۷)

ارشاد ہوا جو شخص اپنے آپ کو کام میں خوب مصروف رکھتا ہے اُسے کام کے سلسلہ میں وقت کے گذرنے تک کا پتہ نہیں لگتا وہ جب کام سے فارغ ہوتا ہے تب وہ خود حیرت میں آجاتا ہے کہ اتنے گھنٹے گزر گئے اور اُسے اُس کا احساس تک نہ ہوا مگر جو سُست اپاہج نکمّے اور کام چور ہیں اُن کا وقت کاٹنے سے بھی نہیں کٹتا اگر کہیں دفتر کے ملازم ہیں تو دس بجے سے چار بجے تک کا وقت اُن کے لئے پہاڑ ہو جاتا ہے کام میں توجہ لگتا نہیں ہاں گھڑی کی سوئی پر نظر جمی رہتی ہے کہ کسی طرح چار بجے اور قید سے نجات حاصل ہو۔ ایسے شخص کو زندگی کی خوشی اور برکت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ شب و روز اپنا مرثیہ ہی پڑھتا رہے گا۔

(۸)

ارشاد ہوا معروفیت پسندی زندگی ہے اور بیکاری موت ہے۔ زندگی کا شمار برسوں کی تعداد سے نہیں بلکہ کام سے کرنا چاہئے جس نے زندگی میں زیادہ کام کئے ہیں اُسی کی زندگی مبارک ہے اور جس نے اپنی زندگی کو لہو لعب بیکاری اور سُستی میں ضایع کر دیا اُس کا پیدا ہونا اور نہ پیدا ہونا دونوں ہی برابر ہے۔

.......:.......

(۹)

ارشاد ہوا آنکھوں کو کھول کر دیکھو قدرت میں بیکاری کا نام و نشان تک معدوم ہے چاند سورج ستارے گرہ نکشتر زمین سیارے آب و ہوا و نیز مٹی کے ذرّے تک ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں۔ دریا تالاب خواہ سمندر کا پانی تک لہراتا رہتا ہے مگر بیکار انسان ان قدرتی مناظر سے بھی سبق حاصل نہیں کرتا اور بیکاری کی عادت کی مشتاقی سے دولت ثروت عظمت حُرمت صحت عقل تمیز سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور آخر میں آہ و بُکا کرتا ہوا اس دار فانی سے روتا ہوا کوچ کر جاتا ہے۔ اس لئے دوستو! اگر تم زندگی کا حق حاصل کرنا چاہتے ہو تو

مصروفیت پسند زندگی اختیار کرو پھر ساری خوبیاں تم میں آپ ہی آپ پیدا ہوتی جائیں گی۔

....

(۱۰)

ارشاد ہوا اگر خوش رہنا چاہتے ہو تو بیکار کبھی نہ رہو بیکاری میں اچھے خیالات کم آتے ہیں بُرے خیالات زیادہ آتے ہیں انگریزی زبان کا مقولہ ہے "بیکار آدمی کا دماغ شیطان کا کارخانہ ہے" یہ حرف بحرف صحیح اور سچ ہے۔ اگر اور کوئی کام نہ ملے تو اچھی اچھی کتابوں کے مطالعہ سے تعلق رہے نیک خیالات ملتے رہیں گے۔ یہی کتابیں تمھاری عملی زندگی کو سانچہ میں ڈھال کر کچھ کا کچھ بنا دیں گی۔ کتابوں سے بہتر ساتھی کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ انھیں اپنا دوست بناؤ اور تمھارے خیالات روز بروز نکھرتے اور سنورتے جائیں گے۔

....

سولہواں اجلاس

ہونی یا ہونہار (شُدنی)

(۱)

ارشاد ہوا شُدنی یا ہونہار عجیب شے ہے۔ یہ اٹل اور امِٹ ہے۔ انسان لاکھ کوشش کرے مگر اس پر قابو نہیں پا سکتا۔ عقلمند سے عقلمند آدمی ہونہار کے بس ہو کر بڑی سے بڑی نادانی کر بیٹھتا ہے۔ جس کا شان گمان بھی اس کی ذات سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی حرکت دُنیا کی حیرت اور استعجاب کا باعث ہوتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے:-

"ہونہار ہردے بسے بسر جائے سب سُدھ"

-------•-------

(۲)

ارشاد ہوا راجہ ہریشچندر اجودھیا کے مشہور اور معروف راجہ تھے۔ اُن کی حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ

پانی پیتے تھے ملک آباد تھا۔ رعیت خوشحال تھی راستی اور راستبازی کی یہ کیفیت تھی کہ چوری کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ انصاف ایسا جنچا تُلا ہوتا تھا کہ کسی فریق کو شکایت کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ دربار میں جو شخص سائل کی حیثیت میں حاضر ہوتا تھا وہ کبھی نا اُمید واپس نہیں جاتا تھا۔ مگر اسی راجہ ہرلیشچندر کو چانڈال کے ہاتھ فروخت ہونا پڑا رانی اور راجکمار بھی کنیز اور غلام کی صورت میں فروخت ہوئے کہاں وہ جاہ و جلال اور اقبال اور کہاں یہ مصیبت اور ذلت! سوائے ہونہار کے اُسے اور کیا کہا جا سکتا ہے!

.......ؤ.......

(۳۳)

ارشاد ہوا مہرشی وسشٹ جی نے بعد غور و تامل رام چندر جی کے راج تلک کی ساعت مقرر کی مگر پانسہ اُلٹا پڑا بجائے تخت نشین ہونے کے اُنھیں اپنی بیوی اور بھائی کے ساتھ جلا وطن ہونا پڑا راجہ دشرتھ کی موت جس تکلیف اور عذاب کے ساتھ ہوئی اُسے ہندو کا ایک ایک بچہ جانتا ہے اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جنگل میں بھی اور ہی گُل کھلا۔ سونے کے ہرن کے پیچھے رام چندر جی اپنے مسکن سے دُور جا پڑے موقع پاکر مہارانی سیتا کو راون

ہر لے گیا نتیجہ کیا ہوا سونے کی لنکا جل کر خاک سیاہ ہو گئی اور راون کے خاندان میں کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہ گیا رام چندر جی جانتے تھے کہ سونے کا ہرن نہیں ہوتا راون نہایت جید عالم۔ ویدوں شاستروں اور راج نیتی کا جاننے والا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ غیر عورت کی طرف نگاہ کرنا پاپ ہے مگر ہونہار نے یہ سب تماشے آپ کر دکھائے یہاں عقل کام نہیں دیتی۔

....

(۴۸)

ارشاد ہوا مہابھارت کے دوران میں دُریودھن نے پانڈوں کے قتل کی بے شمار ترکیبیں سوچیں مگر کارگر ایک بھی نہ ہوئی۔ آخری ترکیب جو اس ننگ خاندان نے سوچی وہ نہایت بزدلانہ تھی اُس نے پانڈوں کو رات کے وقت نیند کی حالت میں قتل کرانے کا اہتمام کیا اتفاق کی بات کرشن بھگوان کی زیر ہدایت پانڈوں نے اس روز دوسرے خیمہ میں قیام کیا۔ قاتل رات میں حملہ آور ہوا اور پانڈوں کے پانچوں لڑکوں کا سر کاٹ کر دریودھن کے پاس حاضر ہوا۔ جو بالکل پانڈوں کے ہمشکل تھے۔ دریودھن بڑا خوش ہوا۔

اُس نے بھیم کے سر کو ہاتھ سے دبایا وہ چُور چُور ہو گیا۔ اُسے شک ہوا اور اس کے کان کھڑے ہوئے۔ بولا۔ نالائق! تو نے پانڈوں کے بجائے اُن کے معصوم لڑکوں کا خون کر کے خاندان کو غارت کر دیا اس جانکاہ صدمہ سے میں جانبر نہیں ہو سکتا" اتنا کہا اور مُرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

پانڈو کرشن بھگوان کے بھگت اور پیارے تھے۔ دروپدی اُن کی سچی بھگتنی تھی کرشن بھگوان کے مددگار ہوتے ہوئے بھی اولاد کی قتل کا غم برداشت کرنا پڑا۔ یہ بھی اُسی ہونہار کا کرشمہ ہے۔

....

(۵)

ارشاد ہوا مہابھارت کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے بھیشم پتامہ درونا چارج اور دیگر بڑے بڑے دھرماتماؤں نے دریودھن کو سمجھا بوجھا کر لڑائی سے باز رکھنے کی سر توڑ کوشش کی مگر کسی کی پیش نہ گئی۔ اور وہ پانڈوں کا حق دینے سے برابر انکار ہی کرتا رہا۔ ان تینوں بزرگوں نے تخلیہ میں دریودھن سے دریافت کیا۔ آخر بات کیا ہے جو آپ ایک واجب بات کے

ماننے سے پہلو تہی کر رہے ہیں؟" اُس نے جواب دیا۔" بزرگو! میں آپ کے خیال کی تعظیم کرتا ہوں۔ میں خود نہیں چاہتا کہ میری نالایقی کی وجہ سے کُشت و خون ہو میرے عزیز اقارب اور رشتہ دار مارے جائیں ہمارے خاندان کے بچے یتیم ہوں اور عورتیں بیوگی کا عذاب برداشت کریں مگر کوئی طاقت میرے اندر بیٹھی ہوئی میری طبیعت کے خلاف لڑائی شروع کرنے کے لئے مجبور کر رہی ہے میں بالکل بے قصور اور معصوم ہوں مگر اس طاقت کے ہاتھ میں کٹھ پُتلی کی طرح بے بس ہو کر ناچ رہا ہوں یہ اور کچھ نہیں صرف ہونہار ہے"

لوگ خاموش ہو گئے۔ اس مہابھارت کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ہم آپ سب کے سب جانتے ہیں۔

.... ⁘ ....

(۶)

ارشاد ہوا راجہ پریکشت ارجن کا پوتا اور ویرا بھیمنو کا لڑکا تھا۔ یہ بچپن ہی سے کرشن بھگوان کا بھگت تھا۔ یہ نہایت دھرماتما۔ منصف مزاج۔ سخی خیر اور راست باز تھا۔ قدرت نے مہاراج یدھشٹر کے سارے اوصاف اسے بخش رکھے تھے۔ ایک روز جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔

پیاس سے پریشان ہو کر ایک رشی کے آشرم میں پہونچا وہ دھیان میں مست تھے آواز دینے پر بھی اُن کی محویت اور استغراق کی کیفیت دور نہیں ہوئی۔ راجہ نے غصہ میں آکر ایک مردہ سانپ کو اپنی کمان سے اُٹھاکر اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ اور راجدھانی کی طرف لوٹ آیا۔ لڑکوں نے رشی پُتر شرنگی رشی کو اطلاع دی کہ راجہ نے تمھارے باپ کی اس طرح توہین اور ہتک کی ہے۔ رشی پُتر دریا میں اسنان کر رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ میں پانی لے کر شراپ دیا کہ "راجہ پریکشت تکشک سانپ کے کاٹنے سے سات روز کے اندر مرجائے" راجہ خود شرمندہ تھا شراپ کا حال سُنکر شکدیو جی سے بھاگوت سُننا شروع کیا اور ساتویں روز تکشک سانپ کے کاٹنے سے مر گیا۔

راجہ باوجود تمام خوبیوں کے کرشن بھگوان کا سچّا بھگت تھا مگر اُسے بھی ہونہار ٹیکس ادا ہی کرنا پڑا ورنہ ایسے دھرماتما راجہ کی ذات سے ایسی ذلیل حرکت کا ہونا بالکل ہی غیر ممکن تھا۔ بھاوی پربل ہے۔

......٭......

(۷)

ارشاد ہوا شیو بھگوان کی استری ستی جی اپنے یوگ بل سے اُس جنگل میں جا پہونچیں جہاں رام چندر جی سیتاجی کی تلاش میں گھوم رہے تھے ستی کے دل میں شک ہوا کہ بھگوان رام چندر جی پُورن برہمہ کے اوتار ہیں پھر ان کی یہ حالت کیوں ہو رہی ہے۔ ان کا امتحان لینے کی غرض سے اُنھوں نے سیتا جی کی صورت اختیار کر لی۔ رام چندر جی گھومتے ہوئے اُدھر آ نکلے دیکھ کر پرنام کیا۔ ماتا جی! تم اکیلی کیسے گھوم رہی ہو؟ شیو بھگوان کہاں ہیں؟" ان جملوں کے سنتے ہی ستی پر بجلی گری اُنھیں اپنی غلطی کا پتہ لگ گیا۔ چہرہ پژمردہ ہو گیا۔ شیو بھگوان نے اُداسی کا سبب دریافت کیا۔ اُنھوں نے باتیں بنا کر ٹالنا چاہا۔ شیو جی نے اپنے جوگ بل سے سب کچھ پتہ لگا کر دل میں عہد کیا کہ ستی نے جانکی جی کی صورت بنائی تھی اس لئے اب شوہر و بیوی کے تعلقات ان کے ساتھ قایم نہیں رہ سکتے۔ باوجود ممانعت کے ستی جی دکش پرجاپتی کے یگیہ میں پہونچیں اُن کا اپمان اور انادر کیا گیا۔ ساتھ ہی شیو بھگوان کی بھی بےعزتی کی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ یگیہ شالا میں ستی نے یوگ کی اگنی سے

اپنے جسم کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا ستی میں رام چندر جی اور سیتا جی کی بھگتی تھی۔ مگر بھرم پیدا ہو گیا۔ بلا وجہ شیو بھگوان سے جھوٹ بول کر انھیں مغالطہ دینا چاہا۔ شیو جی کی ممانعت پر بھی دکش کے گھر چلی آئیں۔ کیا ان سب باتوں کا نتیجہ دل خوش کن ثابت ہوا۔ ستی جی بھی جانتی تھیں کہ ہونہار ناچ نچا رہا ہے اور شیو بھگوان بھی اس راز کو بخوبی سمجھتے تھے مگر سوائے خاموشی کے چارہ ہی کیا تھا۔

.......+.......

(۸)

ارشاد ہوا رام چندر اور لکشمن کی برادرانہ محبت کی نظیر دنیا میں بمشکل کہیں نظر آئے گی سیتا جی کی شوہر پرستی اور وفاداری محتاج بیان نہیں ہے مگر ذرا زندگی کے آخری انجام پر غور فرمائیے۔ معصوم اور بے قصور سیتا جی کو باوجود حاملہ ہونے کے گھر سے نکال دیا گیا اور وہ رشی کے آشرم میں پناہ گزیں ہوئیں والمیک رشی نے خود رام چندر جی سے کہا:۔ میں اپنی ساری زندگی کی تپسیا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سیتا جی عفت مآب اور عصمت مآب ہیں۔" کیا ان الفاظ نے رام چندر جی کے

دل پر کوئی خاص اثر پیدا کیا؟ سیتاجی کے حکم سے زمین پھٹ گئی اور وہ اُس کی گود میں سما گئیں۔
"خاک سے پیدا ہوئی تھیں خاک میں مل گئیں"

اب لکشمن جی کی حالت پر نظر ثانی کیجئے رام چندر جی ایکانت میں بیٹھے ہوئے ہیں لکشمن جی کو حکم ہے کہ کوئی بھی اندر نہ آنے پائے ورنہ تمھیں سزائے موت دیجائے گی۔ درباسا جی عین اُسی وقت پہونچکر رام چندر جی سے ملنا چاہتے ہیں۔ لکشمن جی بھائی کے حکم سے مجبور ہیں ادھر دُرباسا جی بددعا دینے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ ذرا لکشمن جی کی نازک حالت پر غور کیجئے۔ کریں تو کیا کریں! آخر اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ رشی کی بددعا سے ہمارا خاندان بدنام ہو جائے گا اس لئے بھائی کے حُکم سے سزائے موت ہی کو ترجیح دینا مناسب ہے۔ دُرباسا اندر داخل ہوئے۔ نہ کچھ کہنا تھا نہ سُننا اپنی چبلی عادت کے زیر اثر صرف فساد مچانا منظور تھا۔ رام چندر جی سے ملے اور مل کر چلے گئے۔ لکشمن کے لئے حکم پہلے ہی سے موجود تھا۔ لوگوں کے سمجھانے بوجھانے سے حکم دیا کہ آنکھوں سے دُور ہو جاؤ۔ اور وہ دریائے سرجو کے کنارے آکر سمادھی لگا کر بیٹھ گئے اور لوگ بل سے

اپنے شریر کو تیاگ دیا۔ رام چندر جی پر اس واقعہ کا کم اثر نہیں پڑا اُنھوں نے بھی گپتار گھاٹ میں جل سمادھی لے لی۔

ان سب واقعات کو ہونہار کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہ سب اُسی کے کرتب تماشے اور کرشمے ہیں۔ یہاں انسان کی زبان بند رہتی ہے۔

....

سترہواں اجلاس

تیاگ

(۱)

ارشاد ہوا ایک سادہ لوح گوپی نے کرشن بھگوان سے پرارتھنا کی "مہاراج! میرے گھر میں مالک کا دیا ہوا سب کچھ ہے مگر اولاد نہیں ہے آشرباد دو کہ میرے گھر میں بال بچہ پیدا ہو" کرشن جی ہنسے "میں کیا کر سکتا ہوں! اگر تو درباسا رشی سے پرارتھنا کرے تو اُن کی دُعا سے تیری مُراد پوری ہو سکتی ہے"۔ وہ بہت سا پکوان

تیار کر کے آئی اور درباسا جی کا استھان پوچھنے لگی۔ کرشن جی بولے "وہ جمنا اُس پار رہتے ہیں چلی جا تیری خواہش ضرور پوری ہوگی"۔ اس نے پوچھا "مہاراج! جمنا جی اتھاہ ہیں؟ کوئی کشتی نظر نہیں آتی کس طرح پار جاؤں؟" کرشن جی نے کہا۔ "جمنا جی سے کہدینا کہ اگر کرشن جی نے کبھی کسی کے ساتھ بھوگ ولاس نہ کیا ہو تو راستہ دید ہے"۔ وہ حیران تھی کہ یہ کہتے کیا ہیں کیونکہ وہ کرشن جی کی راس لیلا میں بارہا شریک رہ چکی تھی۔

وہ اسی تدبیر سے جمنا پار جا کر درباسا جی کے سامنے پہونچی۔ پکوان رکھ دیئے اُنھوں نے سب کے سب کھا ڈالے پرشاد تک نہ چھوڑا بولے "جا! تیری خواہش پوری ہوگی"۔ اُس نے کہا "درمیان میں جمنا جی حائل ہیں میں پار کیسے جاؤں؟" اُنھوں نے آنے کی بابت دریافت کیا اُس نے کرشن جی کی بتلائی ہوئی ترکیب کہہ سُنائی۔ درباسا ہنسے "جا کر جمنا جی سے کہدینا کہ اگر میں نے تیرا پکوان نہیں کھایا ہے تو وہ تجھے راستہ دیدے"۔ یہ حیرت میں آ گئی۔ خوب الُو کری بھر سامان کھا گئے اور میرے ہی سامنے مُکر رہے ہیں

مگر اُن کی بتلائی ہوئی ترکیب سے وہ جمنا پار واپس چلی آئی۔ رات جوں توں بسر کی صبح کرشن جی کے پاس پہونچکر پوچھنے لگی۔ ”میں سخت حیرت میں ہوں کہ تم راس ولاس میں رہتے ہو اور جمنا جی نے مجھے راستہ دیدیا دُرباساجی سارا سامان ہضم کر گئے مگر اُن کے کہنے کے مطابق میں پار واپس آنے میں کامیاب ہو سکی اس میں راز کیا ہے؟“

کرشن جی نے سمجھایا ”میں جو راس ولاس کرتا ہوں اس میں میری اپنی ذرا بھی خواہش نہیں رہتی۔ کرم کا پھل تو دُور رہا مجھے اُس کا احساس تک نہیں ہے اسی طرح دُرباساجی نے جو کچھ کھایا صرف تیرے پریم کی وجہ سے کھایا اُنھیں اس کھانے پینے کا مطلق احساس نہیں ہوا۔ یہ دونوں مثالیں سچے تیاگ کی ہیں۔ تجھے سبق دینا منظور تھا اس لئے یہ کھیل کیا گیا۔ جا! اپنا کام کر!“

وہ بولی ”میں سمجھ تو گئی مگر اپنا گیان اپنے پاس رکھو۔ میرے دل میں تمھارا پریم بنا رہے بس یہی خواہش ہے۔ کیونکہ میری سمجھ میں گیان پریم کے پاسنگ کو بھی نہیں پہونچ سکتا۔“

(۲)

ارشاد ہوا ایک رشی پُتر راجہ جنک کے تیاگ کی تعریف سُنکر انھیں دیکھنے کی غرض سے گیا۔ دربار میں حاضر کیا گیا استفسار کرنے پر اُس نے عرض کیا "مہاراج! میں جاننا چاہتا ہوں کہ تیاگ کیا شئے ہے اور اُسے کس طرح حاصل کیا جاتا ہے؟"

جواب ملا "چند روز ٹھہرو تعلیم دیجائے گی"۔ رشی پُتر شاہی مہمان رہا۔ ایک روز راجہ جنک نے سرِ دربار فرمایا "رشی پتر! تم نے آج دربار میں شاہی اداب کا لحاظ نہیں رکھا اس لئے کل تمھیں پھانسی دیجائیگی"۔ رشی پُتر کا چہرہ فق ہو گیا دربار میں گھنٹوں ناچ گانا ہوتا رہا۔ دربار برخاست ہونے پر راجہ نے رشی پُتر کو اپنے ساتھ نفیس نفیس کھانا کھلایا۔ بعد ازاں آرام کرنے چلا گیا۔

دوسرے روز راجہ نے رشی پُتر سے پوچھا "کل کون سا گانا تمھیں پسند آیا تھا۔ کھانے کی چیزوں میں سے کون کونسی چیزیں تمھاری خواہش کے مطابق تھیں اور تم نے اُنھیں کس قدر لذیذ پایا؟" رشی پُتر نے زبان کھولی "مہاراج! میں تو اپنی موت کی گھڑی

گن رہا تھا۔ میری توجہ نہ کھانے کی جانب تھی نہ گانے بجانے کی طرف۔ میں تو دوسری دنیا میں تھا۔" راجہ جنک ہنسے "بیٹا! پھانسی کے حکم سنانے کے بعد سے جیسے تم نے شریر اور من رکھتے ہوئے بھی ساری چیزوں کو سچے معنی میں تیاگ دیا تھا ویسے ہی میں بھی موت کو ہر وقت سامنے دیکھ کر دُنیا کی طرف سے تیاگی بنا رہتا ہوں۔ تمھاری جو حالت چند گھنٹوں تک تھی وہی حالت میری ہمیشہ بنی رہتی ہے۔ صرف پیمانہ کا فرق ہے اور بس۔"

....

(۳)

ارشاد ہوا دنیا دار زر و مال پر جان دیتے رہتے ہیں۔ ہر وقت اُسی کا سُمرن کیا کرتے ہیں مگر وہ ہاتھ نہیں آتا۔ سنت مہاتما اُس سے کتراتے اور دُور بھاگتے رہتے ہیں لوگ روپیہ پیسہ اُنھیں نذر کرنا چاہتے ہیں مگر ہاتھ تک نہیں لگاتے بھگتوں کے اصرار پر اُسے کسی نیک کام میں لگانے کی تجویز بتلا دیتے ہیں اور بس۔

قصّہ ہے۔ ایک شخص نے کسی مہاتما کی خدمت کی

مہاتما جی نے بہت خوش ہو کر کہا "تو کیا چاہتا ہے مجھ سے مانگ لے! میں تیری خدمت سے خوش ہوں"۔ وہ لکشمی کا بھوکا تھا کہنا تو چاہتا تھا کہ "مجھے لکشمی مل جائے"۔ مگر بے صبری میں زبان سے نکل گیا "میں لکشمی کا درشن چاہتا ہوں"۔ مہاتما جی نے آشیرباد دیا۔ "آج ہی رات میں تیری مراد برآئے گی"! یہ غرض مند رات ہونے کی انتظار میں بے چین تھا۔ رات ہوئی اور لکشمی نے پرگٹ ہو کر اُسے باآواز بلند کہا "مجھے دیکھ لے! میں تجھے درشن دینے کے لئے صرف فلاں مہاتما کے حکم سے آئی ہوں"۔ لکشمی کیا تھی نورانی صورت حُسن مجسم۔ سر سے پاؤں تک قیمتی جواہرات سے لدی ہوئی! چہرہ بُقعۂ نور! جس پر آنکھیں بمشکل ٹھہر سکتی تھیں۔ یہ ہکا بکا کھڑا رہ گیا اور سخت مُتحیّر تھا لکشمی نے پوچھا "تو اتنا گھبرایا ہوا کیوں ہے؟" اُس نے جواب دیا "مائی! تو حُسن کی دیوی ہے اس میں تو کوئی کلام نہیں لیکن تیری پیشانی اور پاؤں کیوں اس قدر سیاہ نظر آ رہے ہیں؟" لکشمی کھلکھلا کر ہنس پڑی میری پیشانی اس لئے سیاہ ہے کہ میں رات دن اُسے مہاتماؤں اور سنتوں کے پاؤں پر رگڑتی رہتی

ہوں کہ وہ مجھے اپنی خدمت میں قبول فرمائیں۔ لیکن وہ توجّہ تک نہیں کرتے اور پاؤں کی سیاہی کا یہ سبب ہے کہ اُن ادھکاری لوگ ہوس کے زیر اثر اپنا سر میرے پاؤں پر رگڑا کرتے ہیں اور میں اُن سے ملتفت نہیں ہوتی؟

اصلیت اس کی سمجھ میں آگئی اور وہ دوسرے ہی روز مہاتما جی کا شِشیہ ہو گیا۔

....

خلاصہ یہ ہے کہ سچے تیاگ کے آتے ہی دُنیا دوڑتی ہوئی قدموں میں چلی آتی ہے اور جب تک انسان دنیا کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے وہ دُور دُور بھاگتی پھرتی ہے۔

"بھاگتی پھرتی تھی دنیا جب طلب کرتے تھے ہم
جب توجّہ ہٹ گئی وہ بے قرار آنے کو ہے"

....

(۴)

ارشاد ہوا اجودھیا کے راجہ صاحب کے گورو ایک مرتبہ تشریف لائے کچھ روز قیام کے بعد جب وہ تشریف لیجانے لگے راجہ صاحب نے آرتی پوجا کے بعد پانچ سو اشرفیاں

بطور بھینٹ اُن کے قدموں میں رکھیں گورو صاحب کی آنکھوں میں کچھ آنسو آ گئے اور ساتھ ہی مُسکرا بھی دیا۔ اس واقعہ کو چند لوگوں نے دیکھ لیا مگر بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ راجہ صاحب نے اس خیال سے کہ شاید مہاراج کو کوئی جسمانی تکلیف ہو اُن سے اس کا سبب دریافت کیا۔ وہ بولے۔ جس وقت میں دنیادار گرہستی تھا میری استری ناک کی کیل کے لئے برابر اصرار کرتی رہی مگر اُس کی خواہش پوری نہ کر سکا اور وہ بیچاری اس ارمان کو لئے ہوئے پرلوک کو چلی گئی۔ اب جب میں نے دنیا کو ہیچ پوچ سمجھ کر اُس پر لات ماردی تو جہاں جاتا ہوں سیکڑوں اشرفیاں میرے سامنے بطور نذر کے پیش کی جاتی ہیں پُرانا وقت خیال کر کے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور موجودہ وقت پر ہنسی آ گئی۔ یہ اشرفیاں جو نذر نیاز میں آتی ہیں میرے کس کام کی ہیں! میں اُنھیں اپنے ذاتی خرچ میں نہیں لاتا۔ سادھوؤں کی سیوا۔ راس بھوگ اور لوگوں کے اپکار کے کام میں صرف ہوتی رہتی ہیں۔

"مایا چھایا ایک سی بِرلا جانے کوئے
بھگتا کے پاچھے لگیں سمّکھ بھاگے سوئے"

(۵)

ارشاد ہوا ہر قوم کی تواریخ اُٹھا کر دیکھو تخت وتاج حاصل کرنے کیلئے ناعاقبت اندیشوں نے باپ چچا بھائی اور بھتیجوں کو گرفتار قید یا قتل کرنے میں ذرا بھی پس وپیش سے کام نہیں لیا ہے اور سر پر تاج شاہی کا بار رکھنے سے پیشتر اُنھوں نے گناہوں کا کافی بار اپنے سر پر لادا ہے۔ مگر ہم ہندو قوم کے ایک سچے بھائی کا واقعہ آج تمھیں سُناتے ہیں جو تیاگ کی زندہ مثال ہے۔

رام لکشمن اور سیتا نے باپ کے حکم سے جنگل کی راہ لی۔ کیکئی کی زیر ہدایت بھرت اور شترو گھن ننہال سے بلائے گئے تاکہ بھرت جی تخت کو زیب و زینت دیں۔ بھرت جی نے اجودھیا پہونچکر یہاں کی حالت دیکھی۔ کلیجہ پاش پاش ہو گیا اُنھوں نے اپنی ماں کے ساتھ جو سخت کلامی کی ہم اُس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتے جسے شوق ہو بالمیکی رامائن پڑھکر واقفیت حاصل کرے۔ گورو وسشٹ کے ساتھ چترکوٹ کی جانب چلے رام چندر جی سے ملے۔ رام چندر جی سمجھاتے ہیں "میں باپ کے حکم سے بن باس اختیار کرتا ہوں اور تم بادشاہت کرو مگر بھرت جی

اس بادشاہت کو اپنے پاؤں سے ٹھکرا کر یہی کہتے رہے کہ
یمیں ایسی نامناسب اور ناشایستہ حرکت نہیں کر سکتا"
رام چندر جی کو اُنھوں نے قریب قریب لاجواب کر دیا
مگر آخر میں رام چندر جی نے اُنھیں سمجھا بجھا کر راضی
کیا۔ آپ بولے "آپ کا حکم خلاف طبیعت مان تو
لیتا ہوں مگر دو شرایط آپ بھی قبول کریں ایک تو اپنی
کھڑاؤں بخشئے وہ آپ کی جگہ سنگھاسن پر رکھی جائے
گی اور دوسری شرط یہ ہے کہ اگر چودہ برس سے ایک
روز بھی زیادہ گذرا تو میں اپنی جان دیدوں گا" رامچندر جی
نے دونوں باتیں منظور کیں یہ بطور نایب کام کرتے
رہے اور واپسی پر اُنھوں نے تاج و تخت اُن کے
حوالے کر کے کنارہ کشی حاصل کر لی۔

تیاگ کی ایسی مثال اور کہیں نظر آتی ہو تو ہمیں
دکھاؤ مگر ملے گی کہاں!۔

. . . .

(۶)

ارشاد ہوا کہ مکہ سے روانہ ہو کر حضرت ابراہیم ایک بیابان
میں جا نکلے ایک فقیر نظر آیا وہ اپنی مفلسی اور تکالیف
کی شکایت کر کے زار زار رونے لگا۔ آپ ہنسے۔

"شاید تم نے فقیری مفت میں پائی ہے اس لئے اُس کی قدر نہیں کرتے بلا وجہ ہی ناشکری کرتے ہو۔ جب رونا ہی تھا تو گھر میں رہ کر خوب روتے۔ فقیری کو کیوں بدنام کر رہے ہو؟" وہ بگڑ کھڑا ہوا "کیا فقیری بھی خریدنے کی چیز ہے؟" آپ بولے "اوروں کا تو مجھے پتہ نہیں میں نے بذات خود بلخ کی بادشاہت دے کر درویشی خریدی ہے اس لئے سچے دل سے اُس کی قدر کرتا ہوں۔ تجھے روتا ہوا دیکھ کر میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ شاید تو نے درویشی مُفت ہی حاصل کی ہے۔"

بلخ کی بادشاہت کو لات مار کر فقیری اختیار کرنا اُن کے ولی تیاگ کے جذبہ کو ظاہر کرتا ہے۔

(۷)

ارشاد ہوا حضرت ابراہیم کے پاس ایک شخص دس ہزار روپیوں کی تھیلی از راہ عقیدت لایا اور قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ مسکرائے "فقیروں کو روپیہ کی کیا ضرورت ہے یہ دنیاداروں کے لئے بیشک نعمت عظمیٰ ہے"۔ وہ زیادہ اصرار کرنے لگا۔ آپ نے جواب میں کہا "کیا تو روپیونکی لالچ دیکر میرا نام فقیروں کے زمرہ سے نکالنا چاہتا ہے۔ جا! اپنا کام کر اور یہ رقم محتاجوں میں تقسیم کر دے۔"

اٹھارھواں جلاس

سنسکار

(۱)

ارشاد ہوا انسان جو کام من بچن اور کرم سے کرتا ہے اُس کا اثر اُس کے دل پر قایم رہتا ہے دل فوٹوگرافی کے شیشہ کے مانند ہے جو واقعات اُس کے سامنے آتے ہیں ان کا اثر یا عکس لطیف اس پر ضرور ہی قایم ہو جاتا ہے موقع کے ساتھ یہ اثرات موافق سامان پا کر مُنہ زور ہو جاتے ہیں اگر دل میں نیک اثرات قایم ہیں تو انسان نیک بن جاتا ہے اور اگر برعکس کیفیت ہے تو نتیجہ بھی برعکس ہی ہوتا ہے۔ دل کے اثرات کا نام ہی سنسکار ہے جب تک یہ دبے رہتے ہیں دبے رہتے ہیں مگر موافق سامان کے ملتے ہی اُن میں طاقت آنے لگ جاتی ہے۔

....

(۲)

ارشاد ہوا ذاتی افعال کے علاوہ یہ سنسکار والدین خواہ پشتہا پشت کے بزرگوں سے بھی قانون وراثت کے زیر اثر حاصل ہوتے رہتے ہیں کبھی کبھی یہ اثرات دو ایک پشت تک دبے بھی رہتے ہیں مگر کبھی نہ کبھی موقع پاکر اُبھر کھڑے ہوتے ہیں۔ راجہ رگھو سورج بنس کے بہت بڑے پرتاپی اور دھرماتما راجہ تھے اُن میں سارے نیک اوصاف بھرے ہوئے تھے ان کی اولاد میں راجہ دشرتھ کا ظہور ہوا۔ یہ حد درجہ کے شہوت پرست اور زن پرست تھے۔ مگر شری رام چندر جی میں راجہ رگھو کے تمام اوصاف آب وتاب کے ساتھ چمک اُٹھے تھے یہی وجہ ہے کہ انہیں رگھو کل تلک کا خطاب دیا گیا ہے۔ بھگوان رام چندر میں تپ بل بے شمار تھا پرکرام تیاگ ویراگ سب ہی کچھ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود بے سروسامانی کے انھوں نے اُس وقت کی زبردست سے زبردست طاقت کو پامال کر ڈالا۔

راجستھان کا مشہور و معروف بہادر رانا سانگا نہایت جنگجو جری اور صاحب ہمت واستقلال تھا۔ اُس کا لڑکا

اودے سنگھ حد درجہ کا آرام طلب بزدل اور عیش پرست نکلا۔ اُس نے ایک طرح رانا سانگا کی محنت و مشقت پر پانی پھیر دیا۔ مگر اُس کے لڑکے مہارانا پرتاپ سنگھ میں رانا سانگا کے سارے جذبات مُتجلی اشکل میں موجود تھے یہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر اودے سنگھ میرے اور رانا سانگا کے درمیان میں نہ آگیا ہوتا تو راجستھان کی حالت کبھی تباہ اور شکستہ حال نہ ہوتی۔

......٭......

(۳۲)

ارشاد ہوا جب سیتاجی کی تلاش میں سمندر پار جانے کا مسئلہ پیش ہوا تو کسی کو سمندر پھاندنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ سگریو۔ انگد جامونت نل نیل ایک ایک سے بہادر موجود تھے سب کی نظر ہنومان جی کی طرف گئی۔ ان میں نیک سنسکار کے قبول کرنے کا مادہ قدرت نے خاص طور پر ودیعت کر رکھا تھا۔ سب لوگ یک زبان ہو کر کہنے لگے " یہ اہم کام سوائے بہادر ہنومان کے اور کوئی انجام نہیں دے سکتا" یہ سنسکار اس قدر زوردار تھے کہ ہنومان جی کے دل پر اُس کا نہایت گہرا اثر پڑا اس سے اِن کی دِلی قوت الٰہی

کو غیر معمولی طاقت بخشی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک ہی جست میں سمندر پار ہو گئے اور وہ کام کیا جو کسی سے بھی سرانجام نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بھی سنسکار کے جاگنے اور جگانے کی مثال ہے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا ایک گڈریئے کو شیر کا بچہ مل گیا اُسے وہ بھیڑ بکریوں کے ساتھ پرورش کرنے لگا شیر بچہ اپنے آپ کو بھیڑ بکری کی نسل سے سمجھ کر اُن کے ساتھ رہنے لگا۔ چند ماہ بعد جنگلی شیر اُدھر آ نکلا اُس کے دھاڑنے کی آواز کو سُنکر بھیڑ بکریاں بھاگ گئیں شیر بچہ بھی بھاگ نکلا۔ جنگلی شیر کو حیرت ہوئی اُس نے اُسے دوڑ کر پکڑا اور سمجھایا۔ "تو کیوں خوف کھاتا ہے تُو تو شیر بچہ اور ہماری نسل سے ہے" اُسے یقین نہ آیا تب وہ اُسے صاف چشمہ کے پاس لاکر بولا "پانی میں اپنی صورت دیکھ اور میری صورت سے مقابلہ کر" شیر بچہ کی آنکھ کھُل گئی اب وہ بھی اپنے آپ کو شیر سمجھکر اُسی طرح دھاڑنے لگا۔ یہ سنسکار کے جگانے اور جاگنے کی مثال ہے۔

(۵)

ارشاد ہوا آگرہ کے قلعہ کی دیوار میں کسی نے ایک بھالا گاڑ دیا تھا جو مضبوطی کے ساتھ دیوار میں دھنس گیا تھا اور کسی سے نہیں نکلتا تھا۔ قلعہ انگریزی سرکار کے ہاتھ میں آ جانے پر ایک بار پلٹن کے پٹھان راجپوت سکھ اور جاٹ سپاہی سیر کرتے ہوئے اُدھر جا نکلے۔ بھالے پر سب کی نظر پڑی سب نے طاقت آزمائی کی دانتوں پسینہ آ گیا مگر وہ بھالا ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر رائے قرار پائی کہ فوج میں جو سب سے زیادہ طاقتور شخص ہو اُسے بھی طاقت آزمائی کا موقع دیا جائے۔ ان سپاہیوں میں اودے پور کا ایک راجپوت بھی تھا۔ اُس نے کہا اُس کا نکالنا واقعی بہت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے لیکن اگر خاندانی بھاٹ آ جائے تو میں اُسے یقینی نکال دوں گا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ راز کیا ہے۔ مگر بھاٹ بلوایا گیا اُس کے آ جانے پر فوج کے سب لوگ موقع پر آئے۔ لوگوں نے پھر زور آزمائی کی مگر نتیجہ بالکل بے سود!

اودے پوری راجپوت نے بھاٹ کی جانب آنکھ اُٹھائی وہ پرانے راجپوتوں کی بہادری کی تعریف

میں گیت پڑھنے لگا۔ الفاظ اتنے زوردار جاندار اور آتشیں تھے کہ اُن کے سُننے ہی سے خاص قسم کا جوش دل میں موج زن ہو اُٹھتا تھا۔ جس وقت رانا پرتاپ کی جانبازی اور بہادری کا واقعہ پُرجوش الفاظ میں اُس کی زبان سے برآمد ہوا راجپوت اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اُس نے اُچھل کر بھالے پر ہاتھ مارا اور چشم زدن میں وہ بھالا دیوار سے دُور پڑا ہوا نظر آیا سب لوگ اُس کی طاقت کی تعریفیں کرنے لگے مگر اصل بات یہ تھی کہ یہاں طاقت کا مقابلہ نہیں تھا بلکہ بھاٹ کے پُرجوش الفاظ نے راجپوت کے دل میں خاص قسم کے سنسکار اُبھار دیئے تھے جس کی وجہ سے اُس نے بھالے کو نکال کر لوگوں کو حیرت اور استعجاب میں ڈال دیا۔ یہ بھی سنسکار کے اُبھارنے کی لاجواب نظیر ہے۔

........٭........

(۶)

ارشاد ہوا رشیوں نے سنسکار کا اُصول بہت سوچ سمجھکر قایم کیا تھا۔ سنسکار کرنے سے خاص قسم کے خیالات دل پر حاوی ہو جاتے ہیں اور وہ دُور کرنے

سے بھی دُور نہیں ہوتے مثلاً ایک بچہ کو نام کرن سنسکار کے وقت شیر سنگھ کا نام دیا گیا۔ اس سنسکار کو قبول کر کے بچہ اپنے آپ کو شیر سنگھ سمجھنے لگ جاتا ہے اور کچھ روز کی مشاقی کے بعد اپنے آپ کو شیر سنگھ سمجھ بیٹھتا ہے جب کوئی شخص اس نام سے پُکارے گا وہ فوراً متوجہ ہو جائیگا۔ اگر کوئی شخص شیر سنگھ کا نام لے کر بُرا بھلا کہے گا تو وہ فوراً باز پُرس کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کیونکہ اُس نے نام کرن سنسکار کو بہت مضبوطی کے ساتھ قبول کر لیا ہے۔

....

(۷)

ارشاد ہوا۔ اسی طرح ہندو گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے بچہ اپنے آپ کو ہندو سمجھ بیٹھتا ہے جس قوم میں وہ پیدا ہوا ہے اُس کی قومیت کا غرور دل میں مضبوطی کے ساتھ ذہن نشین کر کے اپنے آپ کو اُسی قوم کا سمجھنے لگتا ہے۔ شادی کے سنسکار کے وقت لڑکے لڑکی کو بتلا دیا جاتا ہے کہ تم میں آج سے شوہر اور بیوی کا رشتہ قایم ہو رہا ہے اور وہ دونوں اس رشتہ کو نہایت مضبوطی کے ساتھ اپنے دل میں جگہ دے کر تا زیست اُسے قایم رکھتے ہیں یہ صرف سنسکار کا کرشمہ ہے۔

صحبت کا اثر

(۱)

ارشاد ہوا نیک صحبت کا اثر نیک اور بد صحبت کا اثر بد ہوتا ہے یہ اس قدر آسان اور معمولی بات ہے کہ اسے ہر معمولی سمجھ کا آدمی بھی بخوبی سمجھتا ہے اس مضمون پر زیادہ خامہ فرسائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اس لئے سلامتی اور سلامت روی کے لئے ضروری ہے کہ انسان بری صحبت سے محترز ہو کر نیک صحبت اختیار کرے تاکہ اس کا گہرا اثر اس کے من بچن اور کرم پر پڑے اور اس کی زندگی خاص سانچے میں ڈھلتی جائے اور وہ دوسروں کے لئے مشعل ہدایت ثابت ہو۔

....

(۲)

ارشاد ہوا پارس ایک قسم کا پتھر ہے اس کا خواص یہ ہے کہ

جب یہ لوہے سے چھو جاتا ہے تو اُسے سونا بنا دیتا ہے۔ لیکن جب پارس اور لوہے کے درمیان کوئی پردہ حائل رہتا ہے تو پارس اپنا اثر نہیں دکھلا سکتا۔ اسی طرح جہاں چندن کے بے شمار درخت ہوتے ہیں اُن کا اثر پلاس آک اور ببول تک کے درختوں میں سرایت کر جاتا ہے اور وہ چندن بن جاتے ہیں یہ نیک صحبت کی برکت کی عجیب و غریب نظیر ہے۔

.........:.........

(۳۷)

ارشاد ہوا آگ کے پاس بیٹھنے سے حرارت اور پانی کے پاس جانے سے طراوت محسوس ہوتی ہے اور ٹھنڈی خوشگوار ہوا کے لمس سے جسم میں خاص قسم کی تازگی فرحت اور شگفتگی کا احساس ہوتا ہے اسی طرح صحبت کا اثر بھی ہوتا رہتا ہے۔ چاہے فوراً اس کا پتہ نہ لگے مگر دل اُس کے اثرات کو رفتہ رفتہ قبول کرتا ہوا آخر میں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ قدرت کا مسلمہ اور مصدقہ اُصول ہے متعفن جگہ سے ہو کر نکلنے پر بدبو سے دماغ پھٹنے لگ جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی عطر فروش کی دوکان پہ بھی چار منٹ کے لئے بھی بیٹھنے کا موقع مل جائے تو

خوشبویات سے دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ چاہے عطر کو ہاتھ بھی نہ لگایا جائے۔ یہ صحبت ہی کا نتیجہ تو ہے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا شہروں قصبوں اور گاؤں کے بعض معمولی ندی نالے اس قدر کثیف اور متعفن ہوتے ہیں کہ اُدھر سے گذرنے تک کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن جب یہی نالے کسی بڑے دریا سے جا کر مل جاتے ہیں تو ساری کثافت جاتی رہتی ہے سب لوگ خوشی خوشی اُسی میں نہاتے دھوتے ہیں اور اُس کا پانی شوق سے پیتے ہیں اب وہ عفونت اور کثافت کہاں گئی جس سے دل کو سخت کراہیت اور نفرت ہوتی تھی! کہیں اُس کا پتہ ہے؟ الہ آباد اور بنارس جیسے بڑے بڑے شہروں کی غلاظت بہکر کہاں جاتی ہے؟ اسے ہم اور آپ سب لوگ جانتے ہیں گنگا جی میں داخل ہوتے ہی اُس میں اور گنگا جل میں کوئی تمیز نہیں رہتی اور گنگا جل کی طرح اُس کی عزت کی جاتی ہے۔

....

(۵)

ارشاد ہوا بالمیک جی ذات کے بھیل تھے قزاقی کا پیشہ

کرتے تھے سادھوؤں کی جماعت آنکلی آپ لوٹنے مارنے پر تیار ہو گئے اُنھوں نے سمجھایا کہ "پاپ کا بوجھ تو اپنے سر پر کیوں لادتا جاتا ہے کیا اس پاپ کے حصہ دار تیرے بال بچّے بھی ہوں گے ذرا پوچھ دیکھ پھر جو جی میں آوے کرنا" اُنھوں نے عیال اطفال سے دریافت کیا اُن کا جواب صاف تھا۔

"کھان پان کے ہم سب کیرے
پاپ پُن کے ہم نہیں نیرے"

اُن کی آنکھ کھل گئی۔ سادھوؤں کے اُپدیش سے زندگی نے عجیب و غریب پلٹا کھایا۔ جو شخص کسی وقت قاتل اور غارتگیر کہلاتا تھا اس نے برہمہ رشی اور آدی کوی کا درجہ حاصل کر لیا۔ یہ چند لمحوں کی صحبت کی برکت ہے۔

......ٌ......

(۶)

ارشاد ہوا نارد جی کی ماں داسی تھیں جو سادھوؤں کی سیوا اور ٹہل کیا کرتی تھیں نارد جی بالکل بچّے تھے مگر دن رات سادھوؤں کی صحبت نصیب تھی۔ کتھا وارتا سنتے اور دل ہی دل میں خوش ہوتے تھے تمیز آنے پر

ست سنگ میں بھی اُٹھنے بیٹھنے اور اُس سے مستفیض ہونے لگے پھر تو ایشور بھگتی کا وہ رنگ چڑھا کہ لوگ دانتوں اُنگلی دبانے لگے۔ بچپن میں نارد جی داسی پُتر کہلاتے تھے نیک صحبت کی برکت سے نارد رشی کہلانے لگے۔ اس سے بڑھکر نیک صحبت کی نظیر کہاں ملے گی۔ اس لئے انسان کو عقل و تمیز سے کام لے کر بد صحبت سے پرہیز اور نیک صحبت میں شمولیت لازم اور واجب ہے۔

۔۔۔۔۔۔ ۵ ۔۔۔۔۔۔

(۷)

ارشاد ہوا سوانتی کا بوند جب آسمان سے زمین پر گرنے لگتا ہے نہایت صاف شفاف ہوتا ہے لیکن جب زمین پر گر کر گرد و غبار میں پڑتا ہے تو کیچڑ سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں رہتی۔ یہی بوند جب سیپ کے منہ میں پڑ جاتا ہے تو گوہر آبدار کی شکل اختیار کرکے بادشاہوں کے تخت و تاج کو زیب و زینت دیتا ہے مگر سانپ کے منہ میں پڑ جانے سے یہی زہر بن جاتا ہے۔ اور کیلے میں پڑنے سے بنس لوچن کی صورت اختیار کرتا ہے سوانتی کا بوند جو ہے وہ ہے مگر صحبت اور

سنگت کی وجہ سے وہ تین جگہ تین مختلف حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔

.......۰.......

(۸)

ارشاد ہوا بھیشم پتامہ۔ کرپا چاریہ۔ درونا چاریہ اور کرن وغیرہ سب دھرماتما اور سچے تھے دھرم کرم کے تتو کی بخوبی سمجھ رکھتے تھے۔ مگر دُریودھن کی صحبت میں دن رات رہنے سے اُن کے شبھ بھاؤں پر پردہ سا پڑ گیا تھا۔ ادھرمی کی سنگت کا اثر بُرا ہی ہوتا ہے۔ دروپدی کی بے عزتی کے وقت یہ سب کے سب دربار میں موجود تھے مگر ان کا گیان دھیان کہاں چلا گیا تھا؟ ذرا سوچئے تو پتہ لگے!
جس وقت بھیشم پتامہ بان سیجیا پر پڑے تھے کرشن جی پانڈوؤں کو لے کر اُن کے پاس گئے بھیشم پتامہ اُنھیں دھرم رہسیہ اور دھرم اُپدیش سُنانے لگے۔ ان کی باتیں سُنکر دروپدی جی مسکرانے لگیں۔ بھیشم جی کی نگاہ پڑ گئی۔ بولے بیٹی! میں تیری مسکراہٹ کا سبب جانتا ہوں تو دل میں کہہ رہی ہے کہ اس وقت یہ بڈھا اس قدر گیان دھیان کی باتیں چھانٹ رہا ہے مگر میری بےعزتی کے وقت یہ

گیان دھیان کہاں گیا تھا! تیرا خیال سچ ہے اُس وقت میں وریودھن کی بُری صحبت میں تھا۔ اُس نے میری عقل پر پردہ ڈال دیا تھا تو مجھے معاف کر۔" یہ سن گھڑت باتیں نہیں ہیں بلکہ تواریخی واقعات ہیں جب ایسے دھا پُرشوں اور دھرماتماؤں پر کُوسنگت کا اثر اتنا گہرا پڑ جاتا ہے تو معمولی انسان کا تو کہنا ہی کیا ہے!

.....٭.....

(۹)

ارشاد ہوا سنگت کی برکت سے حقیر بھی قابل عزت اور توقیر بن جاتا ہے۔ گلاب کے ساتھ کانٹا لگا ہوا ہے۔ لیکن جب گلاب کا پھول کسی دیوتا کے ارپن کیا جاتا ہے خواہ کسی شخص کو نذر کیا جاتا ہے تو گلاب کی صحبت کی وجہ سے اُس کانٹے کی بھی وہی عزت ہوتی ہے جو اس پھول کی ہونی چاہیئے۔ مصری جماتے وقت اُس میں چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کی تیلیاں ڈال دی جاتی ہیں مصری کی صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ لکڑیوں کی حقیر تیلیاں بھی مصری کے ساتھ وزن ہوکر مصری کے نرخ سے بکتی رہیں ورنہ اُن کی کیا حیثیت تھی!

(۱۰)

ارشاد ہوا شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں:۔ مٹی کا ایک ڈھیلا میرے ہاتھ لگا اُس کی خوشبو نہایت دل خوش کن اور مُفرّح قلب تھی میں نے اُس سے پوچھا "تو مُشک ہے یا عنبر ہے جس کی دلاویز خوشبو دل و دماغ کو مست و سرشار کر رہی ہے؟" اُس نے زبان حال سے جواب دیا۔ "میں حقیر اور ناچیز مٹی ہوں۔ مگر میں نے مدّت مدید تک گلاب کی ہم نشینی کا فخر حاصل کیا ہے۔ یہ میرے ہم نشیں کی صحبت کی برکت ہے کہ مجھ ناچیز میں اُس کی خوشبو سرایت کر گئی"۔

کس قدر سبق آموز اور نتیجہ خیز نصیحت اس معمولی واقعہ سے حاصل ہوتی ہے۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد .... وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(۱۱)

ارشاد ہوا معمولی تل کوئی قیمتی چیز نہیں ہے لیکن جب یہی معمولی تل تہ بہ تہ پھولوں کے اندر رکھکر بسایا جاتا ہے تو پھولوں کی خوشبو ان تلوں میں

سرایت کر جاتی ہے پھر وہی تل کے تیل پھولوں کے نسبتی نام سے موسوم ہو کر آٹھ آٹھ اور دس دس روپیہ سیر بک جاتے ہیں۔ تل کی قیمت صرف پھولوں میں بس جانے کی وجہ سے اس قدر بڑھ جاتی ہے ورنہ معمولی تل کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے! جیسی صحبت ہوگی ویسا ہی اُس کا اثر بھی ظہور پذیر ہوگا۔ اس میں شمہ بھر بھی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

.........٭.........

بیسواں اجلاس

پریم

(۱)

ارشاد ہوا پریم دینا ہے لینا نہیں ہے۔ جہاں یہ اصول نظر آئے وہاں پریم ہے اور جہاں برعکس صورت ہے وہاں خود غرضی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے

پریم قربانی اور ایثار نفسی سکھلاتا ہے پریم کے مدرسہ کا یہ پہلا سبق ہے۔ پریم کا نظارہ دیکھنا ہو تو ماں اور بچّہ کی حالت کو گہری نظر سے دیکھو۔ غریب ماں خود بھوکی رہتی ہے مگر بچہ کو کھانا کھلاتی ہے بچّہ کی آرام اور آسایش پر اپنے آپ کو یک لخت قربان کر دیتی ہے۔ ننھّا بچّہ بستر پر پڑا ہوا ہے پیشاب سے بستر تربتر ہو گیا ماں بچّہ کو کھسکا کر خشک جگہ پر لٹا دیتی ہے اور آپ جاڑے کے دنوں میں بھی اُس نم جگہ پر پڑی ہوئی پریم کا لُطف لیتی رہتی ہے۔ بچہ پر کسی جانور کو حملہ کرنے دو اور تم دیکھو گے کہ کمزور سے کمزور ماں بھی شیر کے جبڑے میں ہاتھ ڈالکر بچّہ کو بچانے کا اہتمام کرتی ہے یہ سب پریم کے نظارے ہیں۔

....

(۲)

ارشاد ہوا۔ پریم ایک معمہ ہے جس کی سمجھ صرف اُس شخص کو آتی ہے جو پریم کی لذّت اور حلاوت سے آشنا ہو چکا ہے دوسرے اس کی لذّت سے محروم

ہیں۔جس نے پریم کا لُطف حاصل نہیں کیا وہ زندگی کی مسرت سے محروم رہا۔ بچے سانپ کے پھن کو پکڑتے ہوئے دیکھے گئے ہیں شیرنی اور بھیڑنی نے انسان کے بچہ کو اپنا دودھ پلا پلا کر پالا ہے۔ایسے واقعات تم نے ضرور سُنے ہوں گے یہ سب پریم کی برکت اور لیلا ہے۔

..........:..........

(۴۳)

ارشاد ہوا۔ کرشن بھگوان نے دریودھن کی شاہانہ دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا مگر بِدر بھگت کے گھر جاکر اُبالا ہوا ساگ بغیر نمک کے کھایا۔بِدر جی کی استری نہا رہی تھی کرشن کی آہٹ دروازے پر پائی اندر بُلا لیا۔ نہانا دھونا بھول گئی۔ گھر میں کچھ پکے ہوئے کیلے موجود تھے اُس نے انہیں چھیل چھیلکر کرشن بھگوان کو کھلانا چاہا مگر وہ پریم میں اسقدر مست اور وارفتہ ہو رہی تھی کہ گُودا پھینکتی جاتی تھی اور چھلکا کھلاتی جاتی تھی۔ بھگوان بھی شوق سے کھاتے جاتے تھے۔بِدر جی گھر میں آئے اس کیفیت کو

دیکھ کر بولے "تو کیا کرتی ہے؟ بھگوان کو چھلکے کھلا کر گودا پھینکتی جاتی ہے؟" کرشن جی ہنسے "بدرا تم نے پریم کے جذبہ کو سخت دھکا پہونچایا۔ ہم دونوں پریم کا آنند لے رہے تھے۔ نہ اُسے چھلکا کھلانے کا خیال تھا اور نہ مجھے چھلکا کھانے کا احساس تھا۔ میں تو پریم کا سواد (لذت) لے رہا تھا" یہ پریم کا منظر ہے۔

....

(۴)

ارشاد ہوا۔ رشیوں منیوں نے شری رام چندر جی کی بڑی لمبی چوڑی استتی کی گیانیوں کو گیان کا دھیانیوں کو دھیان کا۔ یوگیوں کو یوگ کا اور تپسیوں کو اپنے تپ کا غرّہ تھا۔ مگر بھگوان دنڈک بن میں پہونچتے ہی ان میں سےکسی کے پاس بھی نہیں گئے اُنھوں نے بدحیثیت اور غریب شیوری بھیلنی کا پتہ دریافت کیا اور اپنے پاک قدموں سے اُسی کے آشرم کو پہلے پوتر کیا۔ کیا یہ واقعہ یہ امر ذہن نشین نہیں کراتا کہ شیوری بھیلنی کا رُتبہ ان رشیوں اور منیوں سے

کہیں بلند تھا۔ بات کیا تھی؟ شیوری میں بھگوان کا سچا اور بے غرضانہ پریم تھا۔

....

(۵)

ارشاد ہوا کعبہ میں ایک سیدھا سادہ گڈریہ رہتا تھا۔ اُس کی دعا عجیب و غریب ہوتی تھی اُس کی دعا سُنکر لوگ ہنستے اور مضحکہ اُڑاتے تھے مگر وہ اپنے خیال کا پکّا تھا۔ وہ دعا مانگتا تھا:"اے خدا! اگر مجھے تیری زیارت کا شرف حاصل ہو تو میں تیرا پاؤں دباؤں تیرے سر پر تیل لگاؤں۔ بھوک کی حالت میں روٹی اور دودھ کھلاؤں۔ بیماری میں تیری تیمارداری کروں اور سردی کے موسم میں کمّل اوڑھاؤں" مجاور لوگ جامہ سے باہر ہوگئے اور اُسے کافر اور بے دین کہہ کر مارنے پیٹنے پر آمادہ ہوئے۔ حضرت محمدؐ صاحب کو خبر پہونچی آکر اُنھیں سمجھایا"اے نادانوں! یہ سچا دیندار اور مالک حقیقی کا عاشق صادق ہے اور اُس سے ہر لحظ واصل ہے۔ جو اسے ایذا پہونچائے گا اُس پر خدا کا قہر و عتاب نازل ہوگا"

پریم کا مذہب ہی اور ہے۔

"مذہب عشق از ہمہ ملت جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است"

........٭........

(۶)

ارشاد ہوا۔ پریم میں عجیب و غریب طاقت ہے یہ غیر ممکن کو بھی ممکن کر دکھاتا ہے دھنّا جاٹ کرشن کو طمانچے مارتا تھا اور وہ اُس کی گائیں چراتے تھے نام دیو جی کے نانا بام دیو جی کرشن بھگوان کی مورتی کو بھوگ لگایا کرتے تھے مگر مورتی کبھی پرگٹ نہیں ہوئی نانا کی غیر حاضری میں ایک روز اُنھوں نے دودھ کا بھوگ لگایا بھگوان پرگٹ ہو کر غٹ غٹ دودھ پینے لگے اُنھوں نے زور سے گھونسا تان کر مارا۔" بیدرد ظالم! سب تو ہی پی جائیگا یا میرے لئے پرشاد بھی چھوڑے گا" بھگوان ہنس پڑے۔ یہ پریم کا کرشمہ ہے۔

......٭......

(۷)

ارشاد ہوا لیلیٰ کالی کلوٹی اور نہایت سیاہ فام تھی مجنوں حسین اور شکیل تھا مگر وہ لیلیٰ پر ہزار جان سے عاشق ہوگیا مجنوں کے دل کی خوبصورتی کی دھار نے لیلیٰ کو بہشت کی حوروں سے بھی خوبصورت اور حسین بنادیا تھا بدصورت مرد پر حسین عورت کو اور خوبصورت مرد پر کریہہ المنظر عورت کو اگر عاشق ہوتے ہوئے دیکھتے ہو تو سمجھ لو کہ یہ سب پریم کے معجزات اور کرامات ہیں۔ پریم کی نظر ہی اور ہوتی ہے اُس کے یہاں خوبصورتی اور بدصورتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پریم اندھا بھی ہے اور سوجھا کا بھی ہے اس کی اصلی سمجھ صرف اُسے آتی ہے جسے اُس مرحلے سے کبھی گذرنے کی نوبت آئی ہو۔

....

(۸)

ارشاد ہوا ایک بار میں اپنے ننھیال گیا۔ بچپن میں ماں کے مرجانے سے میری نانی نے خاص محبت

کے ساتھ میری پرورش کی تھی اس لئے وہ مجھے بہت
زیادہ پیار کرتی تھی۔ اُس وقت میری عمر چالیس
سال یا اُس کے قریب رہی ہو گی۔ صبح اُٹھ کر
چھوٹے بچوں کی طرح نہایت محبت کے ساتھ مجھے
ناشتہ کراتی اور کھانا کھاتے وقت اپنے پاس
بٹھا کر مادرانہ اُلفت کے ساتھ کھانا کھلاتی۔
گاؤں کی بدنظر عورتوں کے سامنے مجھے نہیں
ہونے دیتی تھی اُس کا خیال تھا کہ شاید مجھے نظر بد
لگ جائے۔ رات کے وقت بدفعات اُٹھ کر میرے
بستر کے پاس آتی اور مجھے ٹٹولتی۔ کبھی کبھی پوچھتی۔
تُو سوتا ہے یا جاگتا ہے؟ میں جواب دیتا "میں سو رہا
ہوں" وہ ہنستی "تو نے اتنا پڑھا لکھا مگر عقل نہیں آئی۔
کہیں سویا ہوا آدمی بھی بولتا ہے"۔
دنیا میں میری عزت کرنے والے بے شمار ہیں
مگر پریم کے اس جذبہ کے ساتھ مجھے پیار کرنے
والا اور مخاطب کرنے والا ایک بھی نہیں رہا۔ میں
اب اُس کے لئے ترستا رہتا ہوں"۔

......٭......

(۹)

ارشاد ہوا۔ لوگ ایشور اور پریم کو دو جدا جدا ہستی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے میں نہایت زور دار الفاظ میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایشور پریم ہے اور پریم ہی ایشور ہے جس وقت پریم کی سمجھ آجائے گی۔ اس وقت تم میرے ہم خیال بن جاؤ گے۔ اب میں کبیر صاحب کی چند ساکھیاں سُنا کر اپنے کلام کو ختم کرتا ہوں:-

(۱) پوتھی پڑھ پڑھ جگ مُوا پنڈت بھیا نہ کوے
ڈھائی اکشر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوے

(۲) جہاں پریم تہاں نیم نہیں تہاں نہ بدھی بیوہار
پریم مگن جب من بھیا کون گنے تتھ بار

(۳) پریم چھپایا نا چھپے جا گھٹ پرگٹ ہوے
جو پے مکھ بولے نہیں نین دیت ہیں روے

(۴) پریم پیالا وہ پیئے جو سیس دکشنا دے
لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے

(۵) پریم پریم سب کوئی کہنے پریم نہ چینھے کوے
آٹھ پہر بھینا رہے پریم کہاوے سوے

فہرست کتب موجودہ دفتر ست سنگت

کتاب	قیمت
وچتر کتھا حصّہ دویم	۱۲ار
شبد پرسنگ " "	۱۲ار
پنتھ سندیش	عہ۸ر
تحفہ کشمیر	عہ؍
گلدستۂ تخیلات	عہ؍
شیو سنہتا	عہ؍
گلدستۂ معرفت	۱۰ار
شیو راتری نمبر	۱۰ار
ابراہیم ادہم	۸ر
گنجینۂ تخیلات	۸ر
حقیقت کی کہانی	۱۲ار
موت پر فتح	۸ر
آنند ترنگ	۸ر
بویگ ترنگ	۸ر
وچار ترنگ	۸ر
مہاراجہ کرشن دیو اور آپاچی	۸ر
دمدار موتی (ہندی)	۸ر
تنگوتوپی (جاسوسی ناول)	عہ۸ر
مہاتما غریب داس	زیر ترتیب
روحانی نظارے	زیر ترتیب

موتی لال مختار ایڈیٹر ست سنگت

ست سنگت پبلشنگ ہاؤس گورکھپور

اُمرت دھارا"

بیماری تکلیف تشویش اور خرچ سے بچاتی ہے ہمیشہ پاس رکھو!

نقالوں کے دھوکے سے بچو ہمیشہ پنڈت ٹھاکردت شرما وئید کی اصلی "اُمرت دھارا" خریدو۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ آٹھ آنہ نصف شیشی ایک روپیہ چار آنہ نمونہ صرف ۸؍

مفصل حالات جاننے کیلئے رسالہ امرت مفت منگوائیں!

دیکھئے شری شیوبرت لال صاحب ایم اے ایڈیٹر سادھو کیا فرماتے ہیں:۔

مکرم بندہ پنڈت جی! امرت دھارا کے متعلق آپ میری رائے چاہتے ہیں میں تو یونہی اُسکی سریع الاثری کا قائل ہوں اس وجہ سے نہیں کہ آپ کے پاس ہزاروں سارٹیفکٹ موجود ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ میں نے اسکو مفید و نہایت کارآمد پایا ہے۔ میں اسکی شیشی چین - جاپان - اور امریکہ وغیرہ کے سفر میں ساتھ رکھتا تھا اور جہاں کہیں ممکن ہوا دوستوں اور ملنے والوں سے اُسکے منگانے کیلئے رائے دی جاپان اور فرانسسکو میں متعدد شیشیاں "امرت دھارا" کی منگواکر حاجتمندوں کے درمیان تقسیم کردیں میری دانست میں جہاں وئید اور ڈاکٹر کمیاب ہوں امرت دھارا ازبس مفید ہے اس سے زیادہ اور کیا رائے دوں (خط و کتابت و تار کا پتہ:۔ امرت دھارا نمبر ۸ لاہور)

المشتہر:۔ منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا پوسٹ آفس لاہور۔ (آرڈر دیتے وقت رسالہ "ست سنگت" کا ضرور حوالہ دیں)

پنتھ سندیش

اہل طریقت کے اسرار نہفتہ اور تصوف کے رموز مخفی کی مفصل تفسیر نہایت وضاحت
اور صراحت کیساتھ (۳۷) ابواب میں کیگئی ہے۔ سرت شبد یوگ انہد یوگ شغل آواز
شغل سلطان الاذکار۔ شرتی مارگ اور آدگیتھ سادھن کی قدامت اور فضیلت پر
مدلل بحث کیساتھ ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ یہ قدرتی عمل اور شغل ہے جس کا
حق ہر انسان کو قدرتاً اور فطرتاً حاصل ہے۔ یہ وہی عمل و شغل ہے جس کی تعلیم
ہر مذہب کے فقرا اور ہادیان نے زوردار الفاظ میں دی ہے۔ اگر آپ
مذہب کی اصلی مراد۔ مذہب فقرا کی خصوصیت۔ آفرینش کا راز۔ انسان کی
بزرگی۔ روح کی حقیقت اور ماہیت عالم صغیر اور عالم کبیر کی باہمی مشابہت۔
روحانی طبقات کے مدارج۔ سنت مت کی فضیلت اور شغل سلطان الاذکار
کی عظمت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اس لاجواب کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔
کتاب کیا ہے گویا دریا کوزہ میں بند ہے۔ ممکن نہیں کہ اسے پڑھکر بھی
کوئی اصلیت سے نا آشنا رہ جائے۔ ضخامت ۲۷۴ صفحات قیمت صرف ؎

المشتہر

موتی لال ایڈیٹر "ست سنگت"

ست سنگت پبلشنگ ہاؤس

گورکھپور

شیو سنہتا

یہ مکمل کتاب چار حصّوں میں ہے جو ست سنگت کے سلسلہ میں شایع ہوئی ہے تصوف کے باریک سے باریک مضامین کو شیو پاروتی اور گنیش کے مکالمہ کی صورت میں نہایت آسانی کے ساتھ ذہن نشین کرانے کا اہتمام مدنظر رکھا گیا ہے۔ شیوجی اور وشنو بھگوان کی جسمانی رنگت میں فرق کیوں ہے؟ منڈمال کیا شے ہے؟ کھوپری میں بھنگ پینے کا راز کیا ہے؟ بھوت بیتال کسے کہتے ہیں؟ سرشٹی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ شیوجی کی سواری میں نندی بیل اور گنیش جی کی سواری میں چوہا کیوں رہتا ہے؟۔ برہما وشنو اور شیو خواہ گایتری لکشمی اور پاروتی کا اصلی روپ کیا ہے؟ اگر ان رازوں کو آپ جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو شوق سے مطالعہ فرمایئے اور اصلیت کا علم حاصل کیجئے۔ قیمت ایک روپیہ عہ، علاوہ محصول ڈاک۔ تین جلد ایک ساتھ خریدنے پر محصول ڈاک قطعاً معاف۔

المشتہر

موتی لال ایڈیٹر "ست سنگت"
ست سنگت پبلشنگ ہاؤس
گورکھپور